چالاک خرگوش
(خرگوش کا سپنا)

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

چالاک خرگوش

(خرگوش کا سپَنا)

تحریر: کرشن چندر

رنگا رنگ کتاب کلب
۳۷۔ اُردو بازار۔ کراچی

کتابی شکل میں ملنے کا پتہ : kitaab_ghar@yahoo.com

پیش لفظ / کتاب کا تعارف

اردو ادب میں بچوں کے لئے بہت کم تحریریں پائی جاتی ہیں اور بامقصد اور معیاری تحریریں تو خال خال ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''چالاک خرگوش'' ایک ایسی ہی معیاری تحریر ہے جسے مشہور مصنف ''کرشن چندر'' نے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔

بچوں کی دنیا ایک تصوراتی دنیا ہوتی ہے جہاں مچھلیاں گانے گاتی ہیں اور درخت بولتے ہیں، چاند کو جال ڈال کر پکڑا جا سکتا ہے اور جانور کاشت کاری کر سکتے ہیں۔ اسی نکتہ کے پیش نظر کرشن چندر کی اس کہانی میں ایک طرف اگر خرگوش مچھلیاں پکڑتا نظر آتا ہے تو دوسری طرف لومڑ ہل چلاتا ہوا، ایک طرف خرگوش سگریٹ پیتا ہے تو دوسری طرف کچھوا اپنا گھر اپنے سر پر اٹھائے پھرتا ہے لیکن اس کہانی میں مصنف نے صرف تصوراتی کردار ہی پیش نہیں کئے ہیں بلکہ اپنے کرداروں کے ذریعے ننھے ذہنوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ کمزوروں پر ظلم کرنا بہت بری بات ہے اور ظالم کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔

اس کہانی کی خاص بات اس کا اندازِ تحریر ہے۔ بچپن میں ہم جب اپنے بزرگوں سے کہانی سنتے تھے تو کہانی کوئی سی بھی ہوتی ایک چیز ہمیشہ مشترک تھی اور وہ یہ کے جیسے ہی کہانی سنانے والا درمیان میں سانس لینے کے لئے رکتا سب بچے ایک ساتھ کہتے ''اور پھر؟ اور پھر؟'' اور وہ کہانی دوبارہ شروع کرنے کے لئے کہتے '' اور پھر یوں ہوا....''۔ اسلئے کرشن چندر جی نے کہانی کے تسلسل اور دلچسپی کو قائم رکھنے کے لئے ''اور'' تکنیک کو اپنایا ہے۔ اس کہانی کا ہر نیا جملہ ''اور'' سے شروع ہوتا ہے۔ اندازِ تحریر کے ساتھ ساتھ مصنف نے کہانی میں صوتی تاثر کا بھی خیال رکھا ہے۔ ''چالاک خرگوش'' میں '' ڈگر ڈم ڈم! ڈگر ڈم ڈم!'' اور '' تا تا تھیا، تا تا تھیا'' جیسے الفاظ بے شک ہم بڑوں کے لئے کوئی معنی نہ رکھتے ہو لیکن بچوں کے ننھے ننھے ذہنوں پر ایک خوبصورت صوتی تاثر قائم کرتا ہے اور وہ ''ڈگر ڈم ڈم'' کی تکرار سے بہت محظوظ ہوتے ہیں۔

''چالاک خرگوش'' کافی عرصہ پہلے ''رنگا رنگ کتاب کلب، کراچی'' نے چھپوائی تھی۔ اب کتاب گھر کے قارئین کے لئے ہم نے اسے دوبارہ کمپوز کروایا ہے اور آپ کی خدمت میں کتابی شکل میں پیش کیا ہے۔ آپکو ہماری یہ کوشش کیسی لگی، ہمیں اپنی آراء سے نوازتے رہیئے تاکہ ہم بہتر انداز میں اُردو زبان، اور اُردو بولنے والوں کی خدمت کر سکیں۔

حسن علی خان
ادارہ کتاب گھر

☆

شہر سے باہر کھیتوں میں اور کھیتوں سے باہر جنگل میں رہنے والے جتنے جانور تھے سب کا یہ خیال تھا کہ خرگوش بہت تیز دوڑنے والا جانور ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ذرا سا بے وقوف بھی ہے۔ اور کمزور بھی ہے اس لیے جنگل کے جانور ہمیشہ اسے کھا جانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

خرگوش اتنا تو سیدھا نہ تھا۔ جتنا وہ دکھائی دیتا تھا۔لیکن پھر بھی جب کبھی جنگل کے جانور اس پر حملہ کرتے تو وہ سوچتا کہ اگر مجھ میں ذرا سی اور عقل ہوتی۔ تو میں کتنی آسانی سے ان جنگل کے جانوروں سے اپنا پیچھا چھڑا لیا کرتا۔

اسی طرح سوچ سوچ کر خرگوش نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ جنگل میں آرام سے رہنا چاہتا ہے تو اسے کہیں نہ کہیں سے زیادہ عقل حاصل کرنا چاہیے۔لیکن مصیبت یہ تھی کہ زیادہ عقل کہاں سے آئے۔ میاں خرگوش پڑھے لکھے بھی نہ تھے۔ کہ کتاب پڑھ کر عقل حاصل کر لیتے۔ دنیا میں صرف ان کی خالہ چُنّی مُنّی ایسی تھیں جو ان کی مدد کر سکتی تھیں۔ خالہ چُنّی مُنّی مشہور جادوگرنی تھیں۔ اور جنگل سے بہت دُور ایک بہت بڑی دلدل میں رہتی تھیں۔ ان کے گھر تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ مگر خرگوش کسی نہ کسی طرح ہمت کر کے وہاں پہنچ گیا۔ اور دلدل کے کنارے بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

یکا یک خرگوش نے دیکھا کہ دلدل کے کیچڑ میں بہت سے بُلبلے اُٹھ رہے ہیں۔ پھر اس نے دیکھا کہ دلدل میں ایک بہت بڑا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ میں سے دھواں نکل رہا ہے۔

سوراخ میں سے دھواں نکلنے سے خرگوش سمجھ گیا کہ اس کے اندر کون ہے چنانچہ اس نے چلّا کر کہا۔

''موسی چُنّی مُنّی ؟''

''کیا بات ہے لڈ ومڈ و؟''

خالہ چُنّی مُنّی پیار سے خرگوش کو لڈ ومڈ و کہتی تھیں۔

''مجھے تمہاری مدد چاہیئے۔'' خرگوش بولا۔

''کاہے کو؟'' جادوگرنی نے جواب دیا۔

''دیکھو خالہ مجھے عقل کی ضرورت ہے۔ اگر تم مجھے عقل نہیں دوگی تو جانور مجھے پکڑ کر کھا جائیں گے۔'' خرگوش نے بتایا۔

خالہ چُنّی مُنّی یہ بات سُن کے چپ ہو گئیں۔ اور کچھ سوچنے لگیں۔ ان کے منہ سے کالا دھواں نکلا۔ اور پھر ان کے منہ میں واپس چلا گیا۔ آخر سوچ سوچ کر بولیں۔''بہت اچھا لڈ ومڈ و! میں تمہیں عقل دوں گی۔ مگر پہلے تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔ وہ گلہری تم دیکھتے ہونا۔ وہ جو اس درخت پر بیٹھی ہے اسے پکڑ کے لاؤ۔ میرے سامنے!''

میاں خرگوش سوچنے لگا۔ اب اس کم بخت گلہری کو کیسے پکڑا جائے۔ آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔ خرگوش نے اپنا بیگ نکالا۔ اس میں سے اپنی روٹی نکال کر ایک طرف رکھ دی۔ پھر قریب ہی سے دو پتھر اٹھا لیے، بیگ کو اوندھا کر کے اپنے سر پر رکھا اور اسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔جس کے اوپر گلہری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد خرگوش نے بیگ سے دونوں پتھروں کو ایک دوسرے سے ٹکرایا۔ ''غراب!''

گلہری اوپر سے چلائی۔ ''اے کون ہے؟''

خرگوش تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے دونوں پتھروں کو ٹکرایا۔ ''غڑپ!!!''

گلہری درخت کے تنے سے ذرا نیچے اُتری۔ بولی۔ ''ہیلو!''

خرگوش نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔ اس نے پھر پتھروں کو ٹکرایا۔ ''غڑاپ!''

گلہری اور بھی نیچے اتری۔ وہ درخت کے نیچے ایک بیگ سی چیز کو دیکھ سکتی تھی۔ خرگوش کو نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت تو بیگ کے نیچے چھپے تھے۔ گلہری نے آواز دے کر پوچھا۔ ''کون ہے بے تو؟''

''میں مسٹر تھیلا ہوں۔'' خرگوش نے تھیلے کے نیچے سے جواب دیا۔

''کیا کر رہے ہو میاں؟''

''اخروٹ کھا رہا ہوں۔''

''بھیا تھیلے! کیا میں بھی تمہارے ساتھ اخروٹ کھا سکتی ہوں'' گلہری کے منہ میں پانی بھر آیا۔

''ہاں بہن گلہری! تم بھی آ جاؤ۔''

گلہری آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے اُتری۔ مگر آخر کو بیگ میں آ گئی۔ بیگ میں آتے ہی خرگوش نے اسے پکڑ لیا۔ اور لے جا کے خالہ چٹی مٹی کے سپرد کر دیا۔ خالہ چٹی مٹی نے ہنس کر گلہری کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اسے پیار کیا اور پھر درخت پر پہنچا دیا۔

''میاں لڈو مڈو! تم واقعی چالاک ہو۔ مگر اب تمہیں ایک اور کام کرنا ہے۔ مجھے گدھ کی دُم کے پر چاہئیں۔ وہ اگر تم لا دو۔ تو میں تمہیں عقل دوں گی۔''

خرگوش نے سوچا۔ گلہری کو پکڑنا تو آسان ہے۔ مگر آسمان میں اُڑتے ہوئے گدھ کو پکڑنا اور وہ بھی ایک خرگوش کے لیے کس قدر مشکل کام ہے۔ وہ یہی سوچتا سوچتا دھیرے دھیرے جنگل کی طرف چلنے لگا۔ رستے میں گھاس پر بیٹھ کر اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ جیسے ہی دل میں ترکیب آئی وہ خوشی سے اُچھل پڑا اور دوڑتے دوڑتے بھیا لومڑ کے پاس چلا گیا۔ ان دنوں میاں خرگوش اور بھیا لومڑ ایک دوسرے کے دوست ہوا کرتے تھے۔ جب خرگوش نے لومڑ کو اپنی ترکیب بتائی اور اس سے مدد چاہی تو لومڑ جو خود بھی بہت چالاک تھا ہنس پڑا۔

''اچھا میاں خرگوش! چلو ہم تمہاری مدد کریں گے۔''

وہ دونوں تھوڑی دور کھیتوں میں چلے۔ آگے ایک ٹیلا آتا تھا۔ اس کی چوٹی پر لومڑ جا کے لیٹ گیا اور اس نے دم سادھ لیا۔ قریب کی جھاڑیوں میں خرگوش نے اپنی پگڑی پھینک دی اور رو رو کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا، اور چلانے لگا۔ ''ہائے بھیا لومڑ مر گئے۔ بھیا لومڑ مر گئے۔ اے لوگو! سنو میرے بھیا لومڑ مر گئے۔''

خرگوش کی آہ و زاری سن کر جنگل کے بہت سے جانور اکٹھا ہو گئے۔ کہنے لگے ''جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ چلو اب اسکی لاش ٹھکانے لگا دیں۔''

''نہیں ہمیں چچا گدھ کا انتظار کرنا چاہیے۔ ان کے بغیر لاش کو ٹھکانے کیسے لگایا جا سکتا ہے۔''

گدھ آسمان میں اوپر اڑ رہا تھا۔ اس نے جب لومڑ کو زمین پر مُردہ دیکھا اور بہت سے جانوروں کو اکٹھا دیکھا تو نیچے زمین پر اتر آیا۔ اس کے زمین پر آتے ہی خرگوش پیچھے سے اس کی طرف لپکا اور دونوں ہاتھوں سے اس نے اسکی دُم سے پر نوچ لیے اور جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ گدھ خرگوش کے پیچھے بھاگا۔ مگر خرگوش کہاں گدھ کے قابو میں آتا تھا اور جب چچا گدھ خرگوش کی طرف سے ناکام ہو کے لوٹے تو بھیا لومڑ بھی جا چکے تھے۔ چچا گدھ پریشان ہو کے آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔

جب گدھ چلا گیا۔ تو خرگوش جھاڑیوں میں سے نکلا اور خالہ چٹی مُنّی کو گدھ کی دُم کے پَر دے آیا۔ خالہ نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور اس سے کہا۔ ''میاں لڈّو مڈّو تم تو پہلے ہی سے بہت چالاک ہو۔ میں تمہیں کیا عقل دوں گی۔ ہاں اگر میرا ایک کام اور کر دو تو شاید میں کچھ کر سکوں۔ دیکھوں اس دلدل کے اس کنارے ایک بہت پرانا سانپ رہتا ہے مجھے اس کے زہر کا دانت چاہیئے۔ وہ لا دو۔ میں تمہیں عقل دوں گی۔''

اب کے خرگوش بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ بھلا وہ سانپ کے منہ سے اس کا زہر والا دانت کیسے نکال لائے۔ معاملہ بڑا مشکل اور پیچیدہ تھا۔ کیا کرتے، کیا نہ کرتے۔ مگر اسے عقل کی بڑی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ اس کام کو کسی نہ کسی طرح پورا کرنا چاہتا تھا۔ سوچ سوچ کر آخر میں وہ بھیا لومڑ کے پاس گیا۔ اور اس سے مدد چاہی۔ مگر بھیا لومڑ نے صاف انکار کر دیا۔

''نا بھائی! یہ سانپ بڑا ظالم ہے۔ ایک دفعہ کاٹ یا۔ تو وہیں مر جائیں گے۔ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔''

خرگوش میاں لومڑ سے نا اُمید ہو کر اپنی بڑی بہن خرگوشنی کے پاس گئے۔ اس نے بھی سارا ماجرا سُن کر انکار کر دیا۔ ''باؤلے ہوئے ہو۔ ایک ہی پھنکار میں وہ سانپ تمہیں ڈس کے رکھ دے گا۔ اس کے زہر کا دانت حاصل کرنا بالکل ناممکن ہے۔''

خرگوش یہ سُن کر گھر سے باہر نکل آیا۔ اور جنگل میں گھاس پر بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔ سگریٹ پیتے پیتے اس کے دل میں ایک ترکیب آئی۔ اور اس ترکیب کے آتے ہی وہ خوشی سے اُچھلا اور خود بخود ہنسنے لگا۔ اس کے بعد وہ چیل کے درخت کے پاس گیا۔ چیل کے درخت کے تنے کو ذرا سا چھیلو تو اس سے بڑا گاڑھا گوند نکلتا ہے۔ جو ایک دفعہ چپک جائے تو چھوٹتا ہی نہیں۔

خرگوش کو یہ معلوم تھا۔ اس لیے اس نے چیل کے درخت کا گوند سے ایک گولا بنایا۔ گولا بنا کے وہ بھیا تیتر کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا ''مجھے تھوڑے سے اپنے پر دیدو۔ میں ایک خوبصورت چیز بنانا چاہتا ہوں۔ تیتر نے اسے بہت سے اپنے پر دے دیئے۔ خرگوش نے ان سب کو گولے کے اوپر چپکا دیا۔ کہ دور سے دیکھنے والے کو وہ گولا بالکل تیتر ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بعد خرگوش نے اس گولے میں ایک دھاگا باندھا اور اسے گھسیٹ کر جنگل کی طرف لے چلا۔ اسی راستے سے جدھر بڑا سانپ رہتا تھا۔

سانپ نے جو خرگوش کو دیکھا کہ تیتر گھسیٹے لیے جا رہا ہے۔ تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کیونکہ سانپ کو تیتر کا گوشت بہت پسند ہے۔ وہ بل سے نکل کر تیتر کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ خرگوش نے تیز تیز قدموں سے چل کر دھاگے کو زور سے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ سانپ یہ دیکھ کر کہ شکار اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اور بھی تیزی سے تعاقب کرنے لگا۔ آخر وہ تیتر کے قریب پہنچ گیا۔ اپنا منہ پورا کھول کر اس نے زور سے اپنے دانت تیتر میں گڑا دیئے اور دانت وہیں گوند کے گولے میں چپک کر رہ گئے۔

سانپ نے اپنا منہ کھولنا چاہا۔ مگر کیسے کھولے۔ گولا تو اس کے منہ میں چپکا ہوا تھا۔ سانپ بل کھانے لگا۔ تلے اوپر ہونے لگا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سانپ کو جھاڑیوں میں زور زور سے تڑپتا دیکھ کر خرگوش خاموشی سے اس کی طرف بڑھا اور بولا۔

''بھیا اژدھے! کیا تکلیف ہے؟''

اژدھے یعنی سانپ نے بولنے کی بہت کوشش کی۔ مگر گولا اس کے مُنہ میں تھا۔ بیچارا بول ہی نہ سکتا تھا۔ خرگوش نے بڑی ہمدردی سے اس کے منہ کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا۔ ''کس کمبخت نے تمہارا یہ حال کر دیا ہے۔ مجھے اس کا نام بتاؤ۔''

سانپ نے انکار میں سر ہلایا۔ اس بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ یہ خرگوش ہی کی تو چالاکی تھی۔ خرگوش نے پھر سانپ کے منہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''بھیا جی! اب تو ایک ہی راستہ ہے۔ تمہیں بچانے کا۔ ان دانتوں کو توڑنا پڑے گا۔''

اژدھے نے سر ہلا کے سمجھایا۔ ''ہاں توڑ دو۔''

خرگوش نے اپنی پاکٹ میں سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا اور زہر والے دانتوں کو توڑ دیا۔ جو گولے میں گڑے ہوئے تھے۔ اور پھر بھاگا بھاگا خالہ چٹّی مٹّی کے پاس پہنچا اور خالہ چٹّی مٹّی نے زہر کے دانت گوند کے گولے میں گڑے ہوئے دیکھے تو قہقہہ مار کے ہنس پڑی۔ بولی نہ میاں لڈّو مڈّو! تم بہت ہوشیار ہو۔ تمہیں میں عقل کیا دوں گی۔ تمہارے پاس پہلے ہی سے بہت ہے۔ اس سے زیادہ عقل میں تمہیں نہ دوں گی۔ ورنہ تم جنگل کے دوسرے جانوروں کے لیے خطرناک ثابت ہو گے۔

http://www.kitaabghar.com

خالہ چٹّی مٹّی کے منہ سے یہ بات سن کر خرگوش پھولا نہ سمایا اس نے فخر سے کہا۔ ''اس میں کیا شک ہے۔ میں دنیا میں سب سے عقل مند ہستی ہوں۔ دنیا میں میرا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ میں تو خالہ چٹّی مٹّی سے بھی زیادہ عقل مند ہوں۔ کون سی بات ایسی ہے جو خالہ چٹّی مٹّی نے کہی ہو اور میں نے پوری نہ کی ہو۔''

خرگوش کا غرور دیکھ کر خالہ چٹّی مٹّی کو بہت غصہ آیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے میاں خرگوش کو دبوچا اور کہا۔ ''بیٹے! اپنی اوقات کبھی نہ بولو.........بیٹے لڈّو مڈّو''

جادوگرنی نے خرگوش کو اتنے زور سے جھنجھوڑا، اتنی زور سے جھنجھوڑا کہ خرگوش کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اسی دن سے خرگوش اور اس کے بچوں کی آنکھیں باہر نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

خالہ چٹّی مٹّی نے خرگوش کی جان بخشی کی اور اس سے کہا'' جاؤ بیٹے! میں تمہیں چھوڑے دیتی ہوں۔ اب تمہیں زندگی کچھ سبق سکھائے گی اور اگر تم وہ سبق سیکھ گئے تو ایک دن واقعی عقل مند بن جاؤ گے۔''

☆☆☆

http://www.kitaabghar.com

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچائیے۔
۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجئے۔
۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش

☆

ایک زمانہ تھا جب خرگوش اور لومڑ آپس میں گہرے دوست تھے۔ ایک دوسرے پر جان دیتے تھے۔ اور ہر وقت ساتھ رہتے تھے، کھاتے پیتے، شکار کھیلتے، مچھلیاں پکڑتے۔ غرض ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوتے تھے۔

یہ اُسی زمانے کی بات ہے کہ ایک دن خرگوش اور لومڑ شکار کھیلتے کھیلتے تھک کر دریا کے کنارے لکڑی کے ایک شہتیر پر بیٹھ گئے۔ سستانے لگے اور باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں پانی کی سطح پر ایک بڑی خوبصورت سی مچھلی اُبھری۔ اور ایک ڈبکی لگا کر نیچے نیچے اس طرح تیرنے لگی، کہ ان دونوں کو بھی نظر آتی رہے۔

http://www.kitaabghar.com

لومڑ نے کہا۔ ''بھیا خرگوش! وہ دیکھو کتنی عمدہ مچھلی ہے۔''

خرگوش کو مچھلی شروع ہی سے پسند ہے۔ اسے مچھلی پکڑنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے جب اس مچھلی کو دیکھا تو اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ کانٹے اور دھاگے کے لیے۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹٹول ٹٹول کے اس نے جیب سے ایک کانٹا نکالا۔ اور کہا'' کانٹا تو ہے لیکن دھاگا نہیں ہے۔ اب اس کانٹے کو باندھیں کس سے اور کیسے اسے دریا میں پھینکیں۔

http://www.kitaabghar.com

لومڑ نے ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اس نے لپک کر ایک درخت کی چھال اتاری۔ مگر وہ بھی بیچ میں ٹوٹ گئی۔ اب کیا کیا جائے؟

اتنے میں لومڑ کی نظر خرگوش کی دُم پر گئی۔ اس زمانے میں خرگوش کی دُم بہت لمبی ہوا کرتی تھی۔ بہت لمبی اور بہت خوبصورت لومڑ دل ہی دل میں اس بات سے جلتا تھا کہ خرگوش کی دُم اس قدر لمبی کیوں ہے۔ اب جو اس کی نظر خرگوش کی دُم پر پڑی تو اس نے اس سے چلّا کے کہا۔'' اب سمجھ میں آگیا۔ بہت آسان ترکیب ہے تم یہ کانٹا اپنی دم سے باندھ لو۔ اور دریا کے کنارے بیٹھ جاؤ۔ دم کو پانی میں ڈال دو۔ کانٹا مچھلی نگلے گی۔ تم زور لگا کے دم کو باہر نکال لینا۔ اگر مچھلی بڑی ہوئی تو میں بھی زور لگا دوں گا۔ بس مزے سے مچھلیاں پکڑتے رہیں گے۔ دھڑا دھڑ۔

http://www.kitaabghar.com

خرگوش کو اپنی دُم بڑی پیاری تھی۔ اس لئے بولا۔'' میری دم کیوں؟ تمہاری دم میں کیوں نہ یہ کانٹا باندھیں؟''

''میری دُم تمہاری دُم سے بہت چھوٹی ہے۔'' لومڑ نے جواب دیا۔ ''مچھلی نہیں پھنسی گی۔''

http://www.kitaabghar.com

''آج سویرے ہی میری بیوی نے میری دُم میں کنگھی کی ہے۔'' خرگوش افسردگی سے بولا۔'' دریا میں ڈالنے سے بال یقیناً اُلجھ جائیں گے۔ اور بیوی خفا ہو گی۔''

اس طرح وہ دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے کہ کون اپنی دُم سے کانٹا باندھے۔ مچھلی دریا میں ان کے سامنے گھومتی رہی اور دونوں کی بھوک تیز ہوتی گئی۔ آخر خرگوش سے رہا نہ گیا۔ اس نے کہا۔ ایک شرط پر تم میری دُم سے کانٹا باندھ سکتے ہو۔''

http://www.kitaabghar.com

''کیا؟''

''سب سے بڑی مچھلی میں لوں گا۔''

''منظور ہے۔'' لومڑ نے جواب دیا۔

کتاب گھر کی پیشکش

خیر صاحب! لومڑ نے خرگوش کی دُم میں کانٹا باندھا۔ خرگوش جو اتنا سمجھدار جانور تھا۔ اس وقت بالکل ہی بھول گیا کہ دریا میں مچھلی کے علاوہ کچھوا بھی رہتا ہے۔ مگر کچھوے نے سب بات سُن لی اور جب لومڑ خرگوش کی دُم میں کانٹا باندھ چکا تو خرگوش دریا کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ اور دُم اس نے پانی میں ڈال دی۔

اسی وقت جھٹ سے کچھوے نے دُم اپنے مُنہ میں لے لی۔

خرگوش زور سے چیخا" مچھلی ہے۔"

"زور لگاؤ" لومڑ بولا۔

خرگوش نے کہا۔" زور تو لگا تا ہوں۔ مگر بہت بڑی مچھلی ہے شاید۔ اکیلے مجھ سے نہیں نکلے گی۔ تم بھی زور لگاؤ۔"

لومڑ دوڑتا ہوا کنارے پر پہنچا۔ جب اس نے کچھوے کو دُم مُنہ میں دبائے دیکھا تو ہنس کر بولا۔ "واہ میاں خرگوش یہ تو مچھلی نہیں ہے۔ کچھوا ہے، اور تمہاری دُم، تمہاری خوبصورت دُم، جس پر تم کو بہت ناز تھا اپنے مُنہ میں دبائے بیٹھا ہے۔"

"افوہ! اب یہ کم بخت کچھوا تو اس وقت تک میری دُم نہیں چھوڑے گا۔ جب تک بادل نہ گرجیں گے۔ پھر وہ بڑی عاجزی سے لومڑ سے کہنے لگا۔ "بھیا لومڑ گرجو، بادلوں کی طرح گرجو!"

"بھیا خرگوش مجھے گرجنا کہاں آتا ہے۔ تم خود ہی گرجو نا۔" لومڑ بڑی مکاری سے بولا۔

خرگوش نے گرجنے کی کوشش کی "گھن گھن گھن گھن۔ گرج گرج گرج!!! "

"اور گرجو!" لومڑ چلایا۔

"گھن گھن گرج گرج، گھن گھن گھن گرج گرج گرج!!!"

خرگوش نے پھر کوشش کی، مگر اب وہ کچھوے کے بھی زور لگانے کی وجہ سے گلے گلے تک پانی میں ڈوب چکا تھا۔ لومڑ نے بالکل کنارے پر آ کر کہا۔" میں بڑی مشکل سے تمہارے کانوں تک پہنچ سکتا ہوں۔"

تب خرگوش نے لومڑ سے التجا کی کہ وہ اسے کانوں ہی سے پکڑے۔ کسی طرح سے اس کی جان بچائے، لومڑ نے مسکرا کر خرگوش کے کان اپنے دانت میں پکڑ لئے اور انھیں پانی کے باہر کھینچنے لگا۔ کھینچنے لگا۔ کھینچنے سے کان لمبے ہوتے گئے۔

لومڑ نے کہا۔ "تم آ رہے ہوں! بھیا خرگوش تم پانی سے باہر آ رہے ہو۔"

"کھینچو، بھائی لومڑ، زور سے میرے کان کھینچو۔ میں نہیں آ رہا ہوں اوپر، بھیا لومڑ جی، یہ تو میرے کان آ رہے ہیں۔ کھینچو بھائی"

لومڑ نے سارا زور لگا کے خرگوش کو پانی سے باہر کھینچ لیا۔ مگر اس کشمکش میں خرگوش کی دم ٹوٹ گئی جسے کچھوا اپنے منھ میں دبائے ہوئے تھا۔ اور اس کے کان بھی کھنچ کر اتنے لمبے ہو گئے جتنے تم آج کل دیکھتے ہو۔

جب خرگوش نے دیکھا کہ اس کی دم ٹوٹ گئی ہے اور اس کے کان اس قدر لمبے ہو گئے ہیں تو اس نے غصے سے لومڑ کی طرف دیکھ کر کہا۔ " دیکھا تمہاری وجہ سے میری کیا گت بن گئی ہے؟"

مگر لومڑ ہنستا ہوا اپنے راستے پر چلا گیا۔ اسے خرگوش کی دم ٹوٹ جانے کا ذرا بھی غم نہ تھا۔

اس واقعہ کے بہت دنوں تک خرگوش نے لومڑ سے کوئی بات نہ کی اور لومڑ سے دوستی بھی ترک کر دی۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو آپ کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں۔ مگر موقع آنے پر دغا دے جاتے ہیں۔

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

اپنی خوبصورت دم کے چلے جانے کا خرگوش کو بہت غم تھا۔ اور پھر اس کے کانوں کو دیکھ کر جنگل کا ہر جانور اس پر ہنستا تھا۔ اس لئے خرگوش کو لومڑ پر بہت غصہ آیا۔ مگر کیا کرتا۔ لومڑ اس سے بہت تگڑا تھا اور وہ ایک چھوٹا سا جانور تھا۔ کمزور اور بزدل۔ بدلہ لے تو کس طرح سے لے۔ چپ تو ہو رہا لیکن دل ہی دل میں بدلہ لینے کی ترکیب سوچتا رہا۔

ایک دفعہ کیا ہوا کہ لومڑ نے اپنے گھر پر جنگل کے کچھ جانوروں کی دعوت کی۔ اس دعوت میں اس نے بھیا ریچھ کو بلایا۔ بھیاجی بھیڑیئے کو اور بھائی گینڈے کو۔ لیکن اس نے اس دعوت میں خرگوش کو نہیں بلایا۔ خرگوش کو اس دعوت کا پتہ چل گیا، اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ لومڑ نے جان بوجھ کر مجھے نظر انداز کر دیا ہے۔ اچھا یونہی سہی۔ خرگوش، نے سوچا، میں بھی ایک چال چلوں۔ دیکھتا ہوں تمہاری دعوت کیسی رہتی ہے۔

دعوت کے روز تمام جانوروں کو بلایا۔ سب لومڑ کے گھر ہو لئے اور لومڑ نے انھیں بڑی عزت سے اپنے گھر میں بٹھایا۔ دیر تک سب جانور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے، اور ہنستے بولتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد لومڑ نے شراب کی بوتل نکالی اور اسے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”شروع کرو بھائی“

جب یہ سب لوگ کھا پی رہے تھے اور خوش ہو کے قہقہے لگا رہے تھے۔ میاں خرگوش اپنی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ڈھونڈ ڈھانڈ کے شاخیں توڑیں اور زور زور سے ڈھول بجانے لگے۔ اور لومڑ کے مکان کی طرف دوڑنے لگے۔

”ڈگڑ ڈم ڈم۔ ڈگڑ ڈم ڈم، ڈگڑ ڈم ڈم۔“

پہلے پہل تو جانوروں نے کوئی آواز نہ سنی، کیونکہ وہ خود بہت چلا رہے تھے۔ اور خرگوش بھی بہت دور تھا۔ پھر جب یہ خوفناک آواز قریب آ گئی تھی۔

ڈگر ڈم ڈم!

ڈگر ڈم ڈم!

تو سب سے پہلے بھیڑیئے نے کہا۔ ”اچھا بھائی لوگو! میں تو جاتا ہوں۔ بہت دیر ہو چکی ہے! اور میری گھر والی میرا انتظار کر رہی ہو گی!“

یہ کہہ کر بھیڑیئے نے اپنی ٹوپی اٹھائی اور پچھلے دروازے کی طرف سے چلا۔ اب باہر سے یہ خوفناک آواز زور زور سے سنائی دے رہی تھی۔ اور قریب سے قریب تر ہوتی جاتی تھی! بھیڑیئے کے باہر نکلتے ہی دوسرے جانور بھی کھسک گئے۔ ان سب میں لومڑ سب سے آگے تھا۔ بہت سے جانور لومڑ کے گھر سے باہر نکل کر پچھلے دروازے سے ہو کر جھاڑیوں میں دبک گئے۔ جب خرگوش لومڑ کے گھر پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ اس نے آواز دے کے کہا۔ ”کوئی ہے؟“

پھر اس نے جواب دے کے کہا۔ ”بھلا کون اس وقت؟“

اس پر خرگوش نے زور زور سے ڈھول بجایا۔ اور زور زور سے قہقہہ لگایا۔ پھر وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔ اور بولا۔

”کہاں ہو بچہ لومڑ! سامنے تو آؤ۔“

مگر کوئی نہ بولا۔

تھوڑی دیر کے بعد خرگوش کی نظر شراب کی بوتل پر پڑی۔ اس نے ڈھول اُتار کر گلے سے، زمین پر رکھا اور کہنے لگا۔ ''تھوڑی سی چکھ لیں تو کیا حرج ہے؟''

اتنا کہنے کے بعد خرگوش نے ایک گلاس میں تھوڑی سی شراب انڈیلی۔ اس طرح تھوڑی تھوڑی کر کے وہ بہت سی شراب پی گیا۔ جنگل کے جانور جو باہر جھاڑیوں میں دبکے ہوئے تھے یہ سوچ رہے تھے کہ وہ خوفناک آواز اگر اور قریب آتی ہوئی معلوم ہوئی تو وہ فوراً بھاگ جائیں گے۔ مگر کیا ہوا۔ دیر تک گھر کے اندر جب کوئی آواز سنائی نہ دی تو جانوروں نے سوچا کیا بات ہے؟ آخر وہ خوفناک آواز کدھر چلی گئی؟

لومڑ نے کہا۔''میں دھیرے سے اندر جھانک کر دیکھتا ہوں۔''

ریچھ نے کہا۔''چلو میں بھی چل کے دیکھتا ہوں۔''

بھیڑیا بھی تیار ہو گیا۔ ہوتے ہوتے جنگل کے دوسرے جانور بھی ہمّت کر کے گھر کی طرف دھیرے دھیرے گھٹنوں کے بل چلنے لگے۔ اندر جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ میز پر شراب کی بوتل خالی پڑی ہے اور خرگوش بستر پر دراز زور زور سے خراٹے لے رہا ہے۔ لومڑ خرگوش کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور اس نے جاتے ہی خرگوش کو دبوچ کر کہا۔''میاں خرگوش اٹھو۔ بہت سو چکے اور یہ تمہارا ڈھول بھی ہم نے دیکھ لیا ہے۔ جس سے تم نے ہمیں ڈرا دیا تھا۔

خرگوش چونک کر اُٹھا اور بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اب بھاگنا بیکار تھا۔ جنگل کے بڑے بڑے خونخوار جانور اس کے سامنے کھڑے تھے۔ اور غصّے میں کہہ رہے تھے۔

''تم نے ہمیں الّو بنایا ہے۔ ہماری بے عزتی کی بدمعاش!''

''اسے سزا دینی چاہئے۔'' بھیڑیئے نے غرّا کے کہا۔

اس کی یہی سزا ہے کہ اسے دریا میں ڈبو دیا جائے۔'' چچا ریچھ بولے۔ ریچھ کو ان دنوں جنگل میں سردار کا درجہ حاصل تھا۔ جو وہ فیصلہ کرتے تھے اس پر عمل ہوتا تھا!!

چنانچہ سب جانور خرگوش کو پکڑ کر دریا میں ڈبونے لے چلے۔ خرگوش چلانے لگا''مجھے مت مارو، مجھے مت مارو، مجھے مت دریا میں پھینکو ارے مجھے تو تیرنا بھی نہیں آتا''

''ہاہاہا'' ریچھ بولا۔ ''جبھی تو تمہیں دریا میں پھینک رہے ہیں۔''

''ہاں! ہاں!'' لومڑ نے کہا۔''اسے ایک چھڑی ضرور دینی چاہئے۔ یہ کمبخت ایک دم سے ڈوب جائے گا تو مزا بھی نہیں آئے گا!''

''یہی تو میں بھی چاہتا ہوں۔ کس بات میں مزا آئے گا اور کس بات میں نہیں آئے گا۔'' خرگوش نے اپنے دل میں کہا۔ مگر اس وقت سب جانور بپھرے ہوئے تھے۔ اس لئے اسے کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی، چپ ہو رہا۔ مگر جب دریا کے کنارے پر سب جانور پہنچے۔ اور جب جانوروں نے اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی دیدی تو خرگوش پھر چلانے لگا۔ ''ارے ظالمو مجھے منجدھار میں مت پھینکو، مجھے دریا کے بیچوں بیچ مت پھینکو، مجھے منجدھار سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ وہاں بڑا گہرا پانی ہے''

ریچھ نے اپنی ناک پر چشمہ درست کرتے ہوئے کہا۔ ''اس بدمعاش کو وہیں پھینکو........ بالکل دریا کے بیچوں بیچ۔''

خرگوش کو ایک طرف سے بھیڑیئے نے دوسری طرف سے لومڑ نے پکڑ لیا اور اسے جھلانے لگے۔

ریچھ نے کہا۔

''ایک''

”دو“

”تین“

تین کی آواز پر ان ظالم جانوروں نے بے چارے خرگوش کو دریا کے بیچ میں پھینک دیا۔ اور اس کو ڈوبتے ہوئے دیکھ کر خوش ہونے کے لئے تیار ہو بیٹھے۔ مگر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انھوں نے دیکھا کہ بیچ دریا میں گرتے ہی خرگوش اُٹھ بیٹھا۔ اور چھڑی کے سہارے دوسرے کنارے جانے لگا۔

جب خرگوش دوسرے کنارے پر پہنچ گیا تو اس نے زور سے چلا کر کہا۔

”مجھوں بیچ دریا میں پھینکنے کا بہت بہت شکریہ کیونکہ اس جگہ پانی بہت کم ہے۔ پھر اس چھڑی کا بھی بہت بہت شکریہ ورنہ میں دوسرے کنارے کیسے آسکتا تھا۔ بھائی لومڑ! دعوت کا بہت بہت شکریہ کھانا بہت عمدہ تھا۔“

خرگوش کی جان بچ گئی۔ مگر اسے بڑا سبق ملا۔

اس کے دل میں خالہ چتی منی کی نصیحت یاد آئی۔ اور اس نے اپنے آپ سے کہا۔

”ایک تو یہ شراب بہت بری چیز ہے۔ اسے کبھی نہیں پینا چاہئے۔ آج میں اگر شراب نہ پیتا تو کبھی نہ پکڑا جاتا۔ پھر یہ دشمن کے گھر میں سونا بہت بری بات ہے۔ جہاں دشمن موجود ہو وہاں ہر طرح سے آنکھیں کھول کر چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ تیسری بات یہ کہ آدمی اگر کمزور اور غریب ہو تو قانون بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔ اکثر قانون بھی طاقتور اور ہوشیار لوگوں کا طرفدار ہوتا ہے۔“

خالہ چتی منی نے سچ کہا تھا۔”زندگی بھر کے تجربے سے بہت عمدہ سبق سیکھے جاسکتے ہیں۔“

☆☆☆

جزیرے کے قیدی

جزیرے کے قیدی معروف اور منفرد مصنف نوشاد عادل کی مقبول ترین مہم جوئی، ڈراؤنی، معاشرتی، اصلاحی و اخلاقی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ نوشاد عادل اس وقت بچوں کے پسندیدہ ادیبوں میں سے ایک ہیں۔ جزیرے کے قیدی بہت جلد کتاب گھر کے بچوں کے ادب سیکشن میں پڑھی جاسکے گی۔

☆

لومڑ بھیا اس بات سے بہت خفا تھے کہ خرگوش نے ان کی دعوت کا ستیاناس کر دیا۔ اور اب وہ بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔ کیا کریں۔ کس طرح خرگوش کو پکڑیں۔ پکڑ کے اپنا پیٹ بھریں اور جی خوش کریں۔

لومڑ نے بہت سی چالیں چلیں۔ مگر خرگوش ہوشیار تھا۔ ہتھے نہ چڑھا۔ آخر ایک روز جب خرگوش اپنے راستے پر بھاگا چلا جا رہا تھا۔ لومڑ نے اسے آواز دی اور کہا۔ ''بھائی خرگوش! ٹھہرو، ایک ضروری بات ہے سنتے جانا۔''

خرگوش بھاگتے بھاگتے رکا اور بولا۔ ''سنتا ہوں لومڑ بھائی، مگر تم میرے زیادہ قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ میرے بالوں میں بہت جوئیں ہیں۔'' خرگوش نے جلدی سے بہانہ کیا۔

لومڑ جوؤں کے نام سے ڈر کر وہیں رک گیا۔ اور دور ہی سے بولا۔

''بھائی خرگوش! اس دن جو ہوا سو ہوا۔ اس کا ہم سب کو بہت افسوس ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ ہم نے پانی میں ڈبونے کی کوشش کی......... اب اسے بھول جاؤ۔ چچا ریچھ کہہ رہے تھے کہ جنگل کے سب جانوروں کو امن چین سے رہنا چاہئے۔''

خرگوش نے کہا۔ ''مجھے تو خود امن و چین سے رہنا بہت پسند ہے۔ اور میں کسی سے دشمنی مول لینا پسند بھی نہیں کرتا۔ جنگ سے صلح ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔''

''تو آؤ صلح کرلیں'' لومڑ نے کہا۔

''بہت اچھا'' خرگوش نے کہا۔ ''ایسا کرو کہ اب کے تم مع اپنے بچوں اور بھابی لومڑی کے ہمارے ہاں اتوار کو کھانا کھاؤ۔ ہم بہت غریب لوگ ہیں۔ مگر جیسے بھی ہم سے ہو سکے گا بہت اچھی طرح تمہاری خاطر کریں گے؟''

لومڑ نے کہا۔ ''اب کی اتوار کی دعوت مجھے منظور ہے۔ ہم سب لوگ ضرور آئیں گے۔''

اتوار کے روز خرگوش اور خرگوشنی بہت سویرے اُٹھے اور اپنے باغیچے میں گئے۔ وہاں سے انھوں نے عمدہ عمدہ سبزی اور ترکاری چن چن کر توڑلیں۔ باورچی خانے میں آ کے خرگوش نے اپنے بچوں کی مدد سے بہت عمدہ کھانا لومڑ کے لئے پکایا۔ اور اس کے خاندان والوں کے لئے تیار کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد خرگوش کا ایک چھوٹا سا بچہ ہانپتا کانپتا گھر کے پچھواڑے سے بھاگتا ہوا آیا اور بولا ''ماں! ماں! لومڑ ادھر ہمارے گھر کے پیچھے سے آ رہا ہے۔''

خرگوش اور خرگوشنی نے میز پر کھانا سجایا۔ بچوں کو جمع کیا اور لومڑ کا انتظار کرنے لگے۔ بہت دیر ہوگئی مگر لومڑ گھر کے اندر نہ آیا۔ تب خرگوش نے آہستہ سے گھر کے پچھواڑے کی طرف جا کے دیکھا۔ واقعی لومڑ ایک دیوار کے پیچھے دبک کر بیٹھا تھا۔ اور اس کی دم دیوار سے باہر نظر آ رہی تھی۔ خرگوش دل ہی دل میں مسکرایا۔ ''سبزی ترکاری کیوں کھائیں گے! دبک کے بیٹھے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ادھر سے گزرے تو اسے چٹ کر جائیں۔''

خرگوش نے جلدی سے گھر کا دروازہ بند کیا۔ چونکہ اب اسے لومڑ کی بری نیت معلوم ہو چکی تھی اور میز بجا بجا کر گانے لگا۔

تا تا تھیا، تا تا تھیا
جدھر دیکھی لومڑ کی دم
ادھر بیٹھے لومڑ بھیا
تا تا تھیا، تا تا تھیا

لومڑ نے جلدی سے اپنی دم کی طرف دیکھا تو سچ مچ وہ دیوار سے تھوڑی باہر کی طرف نکلی ہوئی تھی، اور سمجھ گیا کہ خرگوش آج اس کے ہاتھ نہ آئے گا۔ لومڑ چپکے سے اُٹھ کر گھر چلا گیا۔ وہاں جا کے اس نے اپنے ایک لڑکے کو چٹھی دے کر خرگوش کے گھر بھیجا۔ چٹھی میں لومڑ نے لکھا تھا کہ وہ اتفاق سے بیمار ہو گیا ہے۔ اس لئے آج دعوت میں نہ آ سکے گا۔ اور بی لومڑی اس کا سر دبانے میں مصروف ہیں، اس لئے وہ بھی معافی چاہتی ہیں۔ لیکن اچھا ہو اگر اس دعوت کے بدلے میں اگلے اتوار کو خرگوش لومڑ کے ہاں دعوت قبول کر لے۔

خرگوش نے لومڑ کے گھر کی دعوت قبول کر لی۔ اور جب دوسرا اتوار آیا تو اس نے نئے کپڑے پہنے، بالوں میں کنگھی کی اور چھڑی ہاتھ میں لے کر لومڑ کے گھر دعوت کھانے چلا۔

خرگوش جوں ہی لومڑ کے گھر کے قریب پہنچا۔ اس کے کانوں میں لومڑ کے کراہنے کی آوازیں سنائی دیں۔ خرگوش نے دروازے پر پہنچ کر دیکھا کہ لومڑ ایک کرسی پر کمبل اوڑھے بیٹھا ہے اور کراہ رہا ہے۔ قریب ہی میز پر اسٹوو رکھا ہے اور اس کے اوپر ایک برتن میں گھی گرم ہو رہا ہے۔ قریب ہی میز پر ایک تیز چاقو بھی رکھا ہوا ہے۔ چاقو دیکھتے ہی خرگوش دروازے پر رک گیا۔

”آداب عرض ہے لومڑ بھیا“

”آداب خرگوش بھائی! اندر تشریف لائیے نا“ لومڑ نے کہا ”میرے تو پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ اُٹھ نہیں سکتا۔“

خرگوش نے چاقو کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”آہا۔ معلوم ہوتا ہے آج دعوت میں مرغ پکے گا۔“

”ہاں آج تمہیں مرغ کھلائیں گے۔ اندر آ جاؤ نا“ لومڑ نے بڑی بے تابی سے کہا۔

”مرغ تو مجھے بہت پسند ہے۔“ خرگوش نے دروازے پر کھڑے کھڑے جواب دیا۔ ”مگر میں مرغ کو چقندر کے ساتھ کھانا پسند کرتا ہوں۔ آپ یہیں بیٹھئے، آپ کے پیٹ میں درد ہے، میں باغیچے سے چقندر لے کر آتا ہوں۔“

جب لومڑ نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے چلا جا رہا ہے۔ تو وہ اپنا درد وغیرہ سب بھول کے خرگوش کے پیچھے بھاگا۔ مگر خرگوش تب تک بہت دور نکل گیا تھا۔ اس نے لکڑی کے ایک بہت بڑے گٹھے پر چقندر رکھ دیئے اور دور ہی سے انھیں دکھا کر لومڑ سے کہنے لگا۔ ”بھیا لومڑ جی! یہ چقندر میں نے یہاں رکھ دیئے ہیں انھیں مرغ کے ساتھ پکا کے تم خود کھا لو۔ میں تو اب چلا“ یہ کہہ کے خرگوش نے چند چھلانگیں لگائیں۔ اور نظروں سے غائب ہو گیا!!

لومڑ نے غصّے سے دانت پیس لئے۔ مگر کیا کرتا۔ اس کا یہ وار بھی خالی گیا۔

مگر آپ لوگ جانتے ہیں کہ لومڑ بڑا چالاک جانور ہوتا ہے اب کے اس نے ایسی ترکیب سوچی جس سے واقعی خرگوش پھنس گیا۔

ہوا یہ کہ ایک روز لومڑ کو سڑک کے کنارے کول تار کا ایک پیپا پڑا ہوا ملا۔ لومڑ نے اس میں سے بہت سی تار کول نکال لی۔ اور اس کا ایک کھلونا بنایا۔ یہ کھلونا بالکل ایک انسان کے بچے کی شکل کا تھا۔ وہی منہ وہی ہاتھ پاؤں وہی کان۔ لومڑ نے اس کے سر پر ایک ٹوپی رکھی۔ اسے

جاکٹ اور نیکر پہنائی۔ پھر اسے سجا کر راستے پر ایک چٹان کے سہارے بٹھا دیا اور خود قریب کی جھاڑیوں میں چھپ گیا۔

یہ راستہ خرگوش کے گھر سے نکلتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد خرگوش اپنے بچوں اور بیوی سے رخصت ہو، سگار منہ میں دبائے۔ سڑک پر ہولیا۔ چلتے چلتے جب اس نے سڑک کے کنارے اس عجیب وغریب کالے جانور کو دیکھا۔ تو اس نے ٹوپی اُٹھا کے اسے سلام کیا۔ اور پوچھا۔

''کہیے مزاج کیسا ہے؟''

مگر کالا جانور چپ رہا۔ خرگوش نے پھر بات کی۔

''موسم تو آج عمدہ دکھائی دیتا ہے۔''

مگر کولتار کا جانور پھر بھی خاموش رہا۔ قریب ہی لومڑ اور بھی جھاڑیوں میں دبک گیا۔ خرگوش دو قدم چل کر کالے جانور کے قریب آگیا۔ اور ذرا غصے سے بولا۔

''بہرے ہو؟ کیا اونچا سنتے ہو؟''

مگر تارکول کے بنے ہوئے انسان نما کھلونے نے کوئی جواب نہ دیا اس پر خرگوش نے اور بھی خفا ہو کے کہا۔

''یہ کہاں کی تہذیب ہے۔ ہم سلام کریں۔ آپ جواب نہ دیں۔ اور خاموش بیٹھے رہیں۔ مجھے بدتمیز جانور ذرا بھی پسند نہیں۔ اگر اب کے آپ نے ٹھیک سے جواب نہ دیا تو میں آپ کا مزاج درست کردوں گا۔ سمجھے، دیکھیے اب کے پھر میں آپ سے آداب عرض کروں گا۔ آپ کو جواب دینا ہوگا۔ تمیز سے، شرافت سے، تہذیب سے۔ اگر آپ نے جواب نہ دیا تو میرا گھونسہ آپ کو تہذیب سکھائے گا۔''

خرگوش نے دو تین بار آداب کیا۔ مگر کالا بچہ جو کولتار کا بنا ہوا تھا۔ کیسے جواب میں آداب کہتا۔ اس پر خرگوش کو غصہ آگیا اس نے بڑھ کے ایک گھونسہ جو کولتار کے بچے کو مارا تو اس کا ہاتھ کولتار کے اندر پھنس گیا۔ خرگوش نے چلا کر کہا۔''میرا ہاتھ چھوڑو، ورنہ میں دوسرے ہاتھ سے گھونسہ لگاؤں گا۔'' اب کے پھر کولتارے جانور نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہاں جھاڑیوں میں چھپا ہوا لومڑ خوشی سے مسکرایا۔

خرگوش نے لپک کر دوسرے ہاتھ سے گھونسہ مارا۔ وہ ہاتھ بھی کولتار میں دھنس گیا۔ اور اسی جگہ پھنس کے رہ گیا۔ اب تو خرگوش بہت گھبرایا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ گرج کے کہا۔

''چھوڑو میرے ہاتھ، نہیں تو میں اپنے سر سے ٹکر مار کر تمہارا بھیجا باہر نکال کے رکھ دوں گا۔''

مگر جب کولتار کے جانور نے اس کے ہاتھ نہ چھوڑے تو خرگوش نے غصے میں آکر اسے زور سے اپنے سر سے ٹکر ماری جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ خرگوش کا سر اور گردن بھی کولتار کے گولے میں پھنس کر رہ گئی!

اب لومڑ جھاڑیوں سے باہر نکل آیا اور ہنس کر کہا۔''آداب عرض کرتا ہوں خرگوش بھائی! کہیے مزاج کیسا ہے؟''

خرگوش کے ہاتھ پاؤں سر سب کولتار میں پھنسے ہوئے تھے وہ کچھ نہ کرسکتا تھا۔ کسی طرح بھاگ کر اپنی جان نہ بچا سکتا تھا۔

لومڑ خوشی کے مارے ہنسنے لگا۔ اور ہنستے ہنستے سڑک پر لوٹ پوٹ ہوگیا۔ بولا۔''بھائی خرگوش اب کے دعوت خوب رہے گی اب کی میں تمہیں تمہارے دیئے ہوئے چقندر کے ساتھ کھاؤں گا۔ واہ واہ کیا مزا آئے گا!!''

خرگوش نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اپنی جان بچانے کی ترکیب سوچنے لگا۔ مگر کوئی ترکیب اس کے سمجھ میں نہ آئی۔

لومڑ نے کہا۔''اب کے تم برے پھنسے ہو، اچھا پھنسے رہو، یہیں میں تو ذرا جاتا ہوں، ذرا لکڑیاں اکٹھی کرلوں۔ اب کے تو میں تمہیں بغیر برتن بلا گھی ڈالے لکڑیوں ہی پر بھون کر کھا جاؤں گا۔

خرگوش نے سہم کر کہا۔ ''لومڑ بھیا۔ تم مجھے ہر طرح سے سزا دے سکتے ہو، مگر خدا کے واسطے مجھے ان کانٹوں والی جھاڑیوں میں نہ پھینکنا۔ ان کے لمبے لمبے کانٹے میری نازک جلد میں چھری کی طرح گڑ جائیں گے اور میں تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گا۔''

لومڑ کب سے خرگوش سے بدلہ لینے کی سوچ رہا تھا۔ کتنی بار اسے خرگوش سے ہار ماننی پڑی تھی۔ آج جب خرگوش اس کے قبضہ میں تھا تو وہ اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔ اس نے جب خرگوش کی بات سنی تو اپنا ارادہ بدل دیا۔ بولا۔ ''لکڑی اکٹھی کرنے کی محنت کون کرے۔ میرا خیال ہے میں تمہیں رسی سے باندھ کر اس درخت پر پھانسی دیدوں۔''

''ہاں بھیا! مجھے تم پھانسی دیدو! مجھے تم پانی میں بڑے گہرے پانی میں پتھر باندھ کر پھینک دو۔ مجھے آگ پر زندہ جلا دو۔ مگر مجھے خدا کے لئے ان تیز تیز کانٹے والی جھاڑیوں میں نہ پھینکو وہاں تو ایک ہزار ایک کانٹے میرے جسم میں چبھ جائیں گے۔ اور میں تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر ان میں جان دے دیدوں گا۔ اور جو بھی تمہارا جی چاہے کرلو۔ بس ایک بات مان لو۔ مجھے وہاں جھاڑیوں میں مت پھینکو۔''

تب لومڑ نے غصے سے بے قابو ہو کر کہا۔ ''بدمعاش تجھے وہیں پھینکوں گا۔ جس سے تم بچنا چاہتے ہو، بچو۔''

اتنا کہہ کر خرگوش کو لومڑ نے ایک ٹانگ پکڑ کر زور سے جھلایا۔ اور اسے کانٹوں والی جھاڑیوں میں زور سے پھینک دیا۔ خرگوش دھڑام سے کانٹوں والی جھاڑی میں گرا۔ لومڑ نے سوچا اب خرگوش کے چلانے کی آواز آئی کہ اب آئی۔ مگر جب کئی منٹ گزر گئے اور کوئی آواز نہ آئی۔ تو لومڑ بھاگ کے جھاڑیوں کی طرف بھاگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ جھاڑی خالی ہے صرف کولتار کا بچہ کانٹوں میں الجھا پڑا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کے کانوں میں آواز آئی۔ ''آداب عرض کرتا ہوں لومڑ بھائی۔''

اس نے دیکھا کہ دور جنگل میں لکڑی کے ایک کندے پر خرگوش بیٹھا ہوا بڑے اطمینان سے کولتار اپنے بالوں سے چھڑا رہا تھا۔ اور ہنس رہا تھا۔

خرگوش نے کہا۔'' بھائی لومڑ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ خرگوش کے بچے بچپن ہی سے کانٹوں والی جھاڑیوں میں کھیلا کرتے ہیں۔ کانٹوں والی جھاڑیوں میں گرنا ان کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔''

لومڑ کو اپنی غلطی پر بڑا غصہ آیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس نے اپنی دُم بغل میں دبائی۔ اور وہاں سے منہ پھیر کر رخصت ہو گیا۔

خرگوش کے بہت سے جانور دشمن تھے۔ وہ سب جانور جن کے دانت اور پنجے اور مونچھیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ وہ سب جانور خرگوش کے دشمن تھے۔ بھیا لومڑ اور چچا ریچھ ماموں جان بھیڑیا۔ یہ سب لوگ خرگوش کے دشمن تھے۔ اور ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی کہ کس طرح سے خرگوش کو پکڑ کر کھا جائیں۔ مگر خرگوش بہت چالاک تھا۔ اس لئے اوپر ہی اوپر سے دکھاوے کے لئے یہ جانور خرگوش سے محبت جتاتے تھے۔ اس کے گھر کبھی کبھار آ جاتے تھے۔ کبھی دوسرے جانوروں کے گھر پر بھی ملتے تو بڑی خوش اخلاقی سے۔ اور کبھی دوسرے جانور کے گھر پر یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ لوگ خرگوش کے پکے دشمن ہیں۔ ویسے ہی جنگل کے قانون کے مطابق کسی جانور کے گھر پر کسی کو پکڑ کے مارنا منع تھا۔ اس لئے یہ لوگ ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ خرگوش انھیں کہیں کسی کھیت میں یا جنگل میں یا سڑک پر اکیلا مل جائے تو اسے چبا لیں۔

ایک خرگوش ہی پر کیا موقوف ہے جنگل میں جتنے کمزور اور چھوٹے جانور تھے سب ان وحشیوں اور ظالموں سے ڈرتے تھے اور انسب چھوٹے جانوروں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔ خرگوش کو یہ کمزور اور چھوٹے جانور بہت پسند کرتے تھے۔ کیونکہ وہ بڑا ہمت والا اور چالاک تھا۔ اور اکثر ان بڑے جانوروں کو اپنی عقل سے زِک دیتا رہتا تھا۔ اس لئے وہ سب جانور اسے بہت چاہتے تھے۔ اور اکثر یہ چھوٹے چھوٹے جانور بڑے بڑے جانوروں کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

خرگوش نے جو تلے اوپر تلے لومڑ بھیا کو شکست دی۔ تو لومڑ ذرا بے وقوف سا نظر آنے لگا۔ اور جنگل کے جانوروں میں اس کی عزت کم ہوگئی۔ اب لومڑ اس تاک میں رہنے لگا کہ خرگوش نے تو اسے بے وقوف بنایا ہی ہے اور اب اگر وہ خرگوش کو بے وقوف نہیں بنا سکتا تو کسی دوسرے

جانور کو ہی بے وقوف بنائے تا کہ اور جانوروں کی توجہ ان کی طرف سے ہٹ جائے۔

ایک روز لومڑ نے دیکھا کہ ایک بڈھا کچھوا آہستہ آہستہ اپنی چال چلتا ایک پگڈنڈی پر جا رہا ہے۔ لومڑ آگے بڑھ کے اس کے پاس گیا۔ اور جھک کے کہا۔ ''سلام پھوپھا جان!''

''سلام بیٹا لومڑ!'' بڈھے کچھوے نے کچھ گھبرا کر کہا۔

''کہیے صحت کیسی ہے؟''

''کچھ ٹھیک نہیں ہے۔'' کچھوے نے کھانستے ہوئے جواب دیا۔''تم کیسے ہو بیٹا۔''

''اچھا ہوں، آپ کی دعا ہے۔'' لومڑ نے مسکرا کے کہا۔ پھر اور بھی جھک کر بولا ''پھوپھا جان آپ کی آنکھیں سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟''

''میں ہر وقت اپنے اردگرد مصیبت جو دیکھتا ہوں۔'' کچھوے نے جواب دیا۔ ''تمام تر مصیبت دیکھتے رہنے سے آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں۔''

لومڑ نے مسکرا کر کہا۔ ''ابھی آپ نے اصلی مصیبت کہاں دیکھی ہے پھوپھا جان اگر آپ مصیبت دیکھنا چاہتے ہیں تو میرے ساتھ آیئے۔ میں وہ ہستی ہوں جو آپ کو اصلی مصیبت دکھا سکتا ہوں۔''

اگر تم وہ ہستی ہوں جو مجھے اصلی مصیبت دکھا سکتا ہے تو میں بھی انھیں میں سے ہوں، جو اسے دیکھ سکتا ہے۔'' کچھوے نے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کہا۔

لومڑ نے کہا۔''آپ خالہ آفت سے کبھی ملے ہیں؟''

''نہیں!''

''تو بس''

''خالہ آفت کو کہاں دیکھ سکتا ہوں۔'' کچھوے نے پوچھا۔

لومڑ نے کہا۔''پھوپھا جان۔ وہ سامنے جو میدان نظر آ رہا ہے نا آپ کو وہ میدان جہاں گھاس ہی گھاس اُگی ہوئی ہے۔''

''ہاں، ہاں'' کچھوے نے دیکھ کر کہا۔

''اس میدان کے بیچ میں آپ کی بس آفت آئے گی۔ اور خالہ آفت بھی وہیں آپ کو مل جائیں گی۔''

''بہت اچھا۔'' کچھوے نے کہا۔ اور میدان میں آہستہ آہستہ چل کر مرکز کی طرف جانے لگا۔

کچھوے کو معلوم تھا کہ وہ لومڑ سے بچ نہیں سکتا۔ وہ اتنا طاقتور بھی نہیں ہے کہ لومڑ کو مقابلہ کر سکے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ لومڑ بہت چالاک ہے۔ اس ضرور کسی قسم کا دھوکہ کر رہا ہے۔ اس وقت وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے لومڑ کی بات ماننے میں ہی اپنی بہتری سمجھی۔ اور سوچا۔ شاید قسمت کچھ مدد کرے آگے چل کر۔ یہ سوچتا سوچتا کچھوا میدان کے بیچوں بیچ آگے بڑھتا گیا۔ ادھر لومڑ جھٹ سے ایک گھر میں گھس گیا۔ اور وہاں سے پائپ سلگانے کے بہانے ماچس مانگ لایا۔ ماچس سے آگ لگا کے اس نے میدان کے چاروں طرف کی گھاس کو جلا دیا۔ جلتی ہوئی گھاس کے شعلے میدان کے باہر سے میدان کے اندر کی طرف بڑھنے لگے۔ اور دھیرے دھیرے آگ میدان کے اندر کی طرف پہنچنے لگی۔ اتفاق سے میدان کے بیچوں بیچ اس وقت خرگوش بھی سویا ہوا تھا۔ خرگوش ہمیشہ ایک آنکھ کھول کے سوتا ہے جب اس نے کچھوے کو اپنے قریب آتے ہوئے دیکھا تو جھٹ سے چھلانگ مار کے کھڑا ہو گیا۔ دونوں نے ہاتھ ملائے۔

''کہیے بھائی خرگوش جی کیسی ہیں؟'' کچھوے نے بڑے مہذب طریقے سے پوچھا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

''آپ کی دعا سے اچھی ہیں۔ اور ہاں۔ آپا کچھوی کی صحت کیسی ہے'' خرگوش نے اس سے بھی زیادہ مہذب طریقے سے دریافت کیا۔

''اب تو ان کی صحت بہتر ہے۔ دو مہینے سمندر میں رہ کے آئی ہیں۔ اس سے ان کی صحت بہت اچھی ہوگئی ہے۔ پچھلے سال ہم لوگ نینی تال کی جھیل میں تھے۔ وقت بہت عمدہ گزرا۔ مگر اب کے وہاں نہیں گئے اب تو وہاں بڑے ناپسندیدہ لوگوں کا اژدہام رہتا ہے۔''

اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے اور بچوں کی خیریت دریافت کرنے کے بعد خرگوش نے کچھوے سے ادھر آنے کی وجہ پوچھی۔ کچھوے نے بھیا لومڑ سے ملنے، اصلی مصیبت دیکھنے اور خالہ آفت سے ملنے کا قصہ سنایا...... خرگوش نے اپنے لمبے لمبے کان کھڑے کیے۔ اپنے نتھنوں سے ہوا کو سونگھ کر بولا۔ ''آپ نے اچھا کیا جو ادھر چلے آئے۔ اور مجھ سے ملاقات ہوگئی۔ ورنہ واقعی آپ اصلی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ ہم میدان کے بیچ میں کھڑے ہیں اور ہمارے چاروں طرف آگ پھیل چکی ہے۔ بھیا لومڑ ہمیں اس آگ میں زندہ بھون کر کھا جانا چاہتے ہیں۔''

کچھوا رونے لگا۔ ''مجھے بچاؤ۔ کسی طرح سے مجھے اس آگ سے باہر نکالو۔ میں آگ میں جل کے مرنا نہیں چاہتا!''

''آپ فکر نہ کیجئے۔ آپ میرے ساتھ آیئے!'' خرگوش کچھوے کو میدان کے بالکل بیچ میں لے گیا۔ جہاں درخت کا ایک تنا کٹا پڑا تھا۔ اور اس کے تنے کی جڑ میں بہت بڑی کھوہ تھی۔ خرگوش نے جلدی سے کچھویت کو اس کھوہ میں دھکیل دیا۔ اور خود بھی اس کے اندر گھس گیا۔ ان کے چاروں طرف آگ جلتی رہی۔ اور ساری گھاس جل کر راکھ ہوگئی۔ مگر خرگوش اور کچھوا اس آگ سے بالکل محفوظ رہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

ادھر میدان کے پرے لومڑ یہ سوچ سوچ کے بہت خوش ہو رہا تھا کہ اب تو کچھوا اس آگ میں بھن کے سرخ ہوگیا ہوگا۔ اور بہت لذیذ اور کھانے کے لئے مزیدار ہو چکا ہوگا۔ لومڑ کے منہ میں یہ سوچ سوچ کر پانی بھر آیا۔

لومڑ کو اس طرح خوشی سے ٹہلتے دیکھ کر خرگوش نے آواز بدل کر زور سے کہا۔ ''بھیا لومڑ، بھیا لومڑ۔ یہاں کچھوا ہی نہیں، خرگوش بھی بھن گیا ہے۔ جلدی سے آکے کھالو۔''

لومڑ نے پلٹ کر دیکھا تو اسے میدان کے بیچ میں ایک کٹے ہوئے تنے کے اندر سے خرگوش کے لمبے لمبے کان دکھائی دیے۔ انھیں دیکھتے ہی لومڑ خوشی سے پاگل ہوگیا۔ اور کچھ سوچے بغیر میدان کے اندر کود پڑا۔ اور کٹے ہوئے تنے کی طرف دوڑنے لگا۔ مگر میدان کے اندر جاتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں جل گئے۔ اور وہ درد سے چلا کر جلی ہوئی گرم گرم گھاس کے بھوبھل پر لوٹنے لگا۔ جس سے اس کے بدن پر چھالے بھی پڑ گئے۔ اس منظر کو دیکھ کر کچھوا اور خرگوش مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہوگئے اور کچھوا تو اتنا ہنسا کہ تنے سے نیچے گر پڑا۔ اور اس کی پیٹھ جگہ جگہ سے جل گئی بڑی مشکل سے خرگوش نے اسے سنبھالا۔ اور تنے کے اندر لے آیا۔

لومڑ بڑی مشکل سے میدان سے نکل بھاگا۔ اور بھاگتے ہی اس نے سیدھا ندی کا رخ کیا۔

خرگوش نے بے زبان اور غریب جانور کو ستانے والے کو اچھا سبق سکھایا تھا۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ یہ ظالم جانور تو موقع پاتے ہی پلٹ جاتے ہیں اور سبق یاد نہیں رکھتے۔ یہ تو بہت بری بات ہے۔ کیونکہ ان وحشی درندوں کو بار بار یہ سبق سکھانا پڑتا ہے جب جا کے ان کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش　کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com　http://www.kitaabghar.com

☆

جنگل میں چنّی منّی جادوگرنی کی بہن کھتیا کولی بھی رہتی تھی۔ کھتیا کولی چنّی منّی کی طرح کوئی جادوگرنی نہ تھی۔ بڑی سیدھی سادھی عورت تھی جو خرگوش کے مکان کے قریب ہی ایک بنگلے میں رہتی تھی۔ اس کی تین لڑکیاں تھیں۔ غنیا، غنپا اور سپنا۔ یہ تینوں لڑکیاں بڑی خوبصورت تھیں مگر ان تینوں میں سے سپنا سب سے زیادہ سندر تھی اور جنگل کے بہت سے جانور اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔

کھتیا کولی بڑی ملنسار اور مہمان نواز تھی۔ اس لئے اس کے گھر آنے جانے والے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ خرگوش تو ہمسایہ تھا ہی اور پھر وہ سپنا سے محبت کرتا تھا۔ اس لئے وہ بھی اکثر کھتیا کولی کے گھر کے چکر لگاتا۔ غنیا، غنپا اور سپنا کو گانے اور ناچنے اور قصے کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن لومڑ نے انھیں کولتار کے لڑکے کا قصہ سنایا۔ اور خوب نمک مرچ لگا کر۔ کس طرح خرگوش بے وقوف بنا۔ اور اس کی پٹائی ہوئی لڑکیوں نے یہ قصہ بڑی دلچسپی سے سنا اور اس کے چند دن کے بعد جب خرگوش وہاں آیا تو غنپا نے یہ قصہ اسے سنایا۔ اور تینوں لڑکیاں خرگوش پر خوب ہنسی۔

خرگوش بڑے صبر سے یہ قصہ سنتا رہا اور لڑکیوں کو ہنستے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب لڑکیاں اچھی طرح ہنس چکیں تو اس نے اپنی ٹانگیں سیدھی کیں۔ ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھا اور بڑے فخر سے بولا۔ ”میاں لومڑ کچھ بھی نہیں۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ لومڑ میرے باپ کا گھوڑا رہ چکا ہے۔ تیس سال تک والد نے اس پر سواری کی ہے۔ اور پھر اسے اس لئے نکال دیا تھا کہ اس سے چلا نہ جاتا تھا بے چارہ بوڑھا ہو گیا ہے نا۔ اس لئے اب نوجوان لڑکیوں کے سامنے شیخی بگھارا کرتا ہے۔ بے چارہ اب کرے بھی کیا۔ اور میں بھی زیادہ کیا کہوں؟ آخر ہمارے ہی گھر کا پرانا نوکر ہے۔“

دوسرے دن لومڑ جب وہاں پہنچا اور پہلے کی طرح خرگوش پر پھبتیاں کسنے لگا تو لڑکیوں نے اسے بتایا کہ خرگوش کہتا تھا کہ تم اس کے والد کی سواری میں رہے ہو؟ اور تیس سال تک ان کے خاندان کا گھوڑا بنے رہے اور جنگل میں کوئی خرگوش ایسا نہ ہوگا جس نے اپنے بچپن میں لومڑ کی سواری نہ کی ہو؟ وغیرہ وغیرہ! اس پر لومڑ کو بڑا غصہ آیا۔ مگر دانت پیس کر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ خرگوش اس وقت وہاں نہیں تھا۔ پھر بھی جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس نے لڑکیوں سے کہا۔

”کون کس کا گھوڑا رہ چکا ہے۔ اس سلسلے میں، میں اس وقت کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن میں خرگوش کو آپ کے سامنے ایک دن لاؤں گا اور اگر وہ آپ کے سامنے اپنے الفاظ واپس نہ لے لے تو میرا نام لومڑ نہیں۔“

لومڑ خدا حافظ کہہ کے کھتیا کولی کے مکان سے نکلا اور دوڑتا ہوا خرگوش کے گھر پہنچا۔ غصّے سے اس کی دم کا ہر بال الگ الگ کھڑا تھا......

خرگوش لومڑ کا پہلے ہی سے انتظار کر رہا تھا۔ مگر احتیاطاً اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ لومڑ نے آتے ہی زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کوئی نہ بولا۔

لومڑ نے پھر غصّے سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ”دروازہ کھولو۔ میں لومڑ ہوں۔ ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔“

اب کے اندر سے خرگوش نے بڑی ہی باریک کمزور اور بیمار آواز میں کہا۔ ”لومڑ بھیا تم ہو؟ ارے خدا تمہارا بھلا کرے۔ بھیا لومڑ میں بستر میں ہوں اور مجھے بڑا تیز بخار ہے۔ بھیا ذرا بھاگ کے ڈاکٹر کے پاس چلے جاؤ۔ اور اسے بلا لاؤ۔“

”خرگوش بھائی۔“ لومڑ نے اپنے غصّے کو روکتے ہوئے کہا۔ کھتیا کولی کے ہاں بہت بڑی پارٹی ہے۔ جنگل کی سب خواتین وہاں جمع

ہیں۔ لڑکیوں کا اصرار ہے کہ تمہارے بغیر پارٹی میں مزا نہیں رہے گا۔ سب لوگ تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ لے کے آؤں گا۔"

"مگر بھیا میں تو بیمار ہوں۔" خرگوش نے اندر سے کراہتے ہوئے کہا۔

"اتنے بیمار نہیں ہو تم۔" لومڑ نے جواب دیا۔

"ارے مجھ سے تو چلا بھی نہیں جاتا۔" خرگوش پھر بولا۔

"میں تمہیں اٹھا کے لے چلوں گا۔" لومڑ نے بڑی بے تابی سے کہا۔

"کیسے اُٹھاؤ گے تم مجھے؟" خرگوش نے پوچھا۔

"نہیں میں تمہیں گراؤں گا نہیں۔ بڑی احتیاط سے اٹھا لوں گا۔"

"ناں! ناں! مجھے تمہاری بانہوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ بھیا جی! اگر تم مجھے اُٹھا کے لے جا سکتے ہو تو اپنی پیٹھ پر بٹھا کے لے چلو۔"

"اچھا اچھا۔ تم چلو تو سہی۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ پر بٹھا کے لے چلوں گا۔"

"مگر میں تو زین کے بغیر کسی کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا۔"

"میرے گھر میں زین ہے۔" لومڑ نے کہا۔ "میں اسے اپنی پیٹھ پر کس لوں گا۔"

"ارے وہ تو ٹھیک ہے مگر لگام اور رکاب کے بغیر تو میں زین سے نیچے کھسک کر گر جاؤں گا۔"

"لگام اور رکابیں بھی لگا لوں گا۔ بس تم اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ لگام، رکابیں اور زین وغیرہ ہو تو میں گروں گا نہیں۔ تو میں کھتیا کولی کی پارٹی میں چل سکتا ہوں۔ اور ان کے گھر تک جا سکتا ہوں۔ حالانکہ بیمار بہت ہوں۔ مگر اب تم مجبور کر رہے ہو تو کھتیا کولی کے ہاں تم پر سوار ہو کر چلوں گا۔"

لومڑ نے کہا۔ "میں تمہیں کھتیا کولی کے گھر تک سوار کر کے نہیں لیجا سکتا۔ گھر سے ادھر چند قدم پر چھوڑ دوں گا۔ چند قدم تو چل سکو گے نا۔"

"ہاں ہاں! چند قدم چل لوں گا۔ تمہاری بات ٹال بھی تو نہیں سکتا۔ کیا کروں؟" خرگوش نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

جب خرگوش راضی ہو گیا تو لومڑ اپنے گھر بھاگ گیا۔ اور اپنی پیٹھ پر زین، کاٹھی، لگام، رکاب سب کس کسا کے آ گیا۔

خرگوش نے اپنے آپ سے کہا۔ "بچّو جی مجھ سے چالاک بنتے ہیں۔ اچھا میں بھی انھیں دکھا دوں گا۔" تھوڑی دیر سوچنے کے بعد خرگوش اپنے بستر سے اٹھا۔ وہ بیمار تو تھا نہیں۔ محض بہانہ کر رہا تھا۔ اس نے منہ ہاتھ دھوئے بالوں میں کنگھی کی۔ نیا جیکٹ پہنا۔ اور پارٹی کے لئے تیار ہو گیا۔ جلد ہی لومڑ بھی سرکس کے گدھے کی طرح کسا کسایا اپنے گھر سے واپس آ گیا۔ اور دروازے پر خرگوش کا انتظار کرنے لگا۔

خرگوش نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور چھلانگ لگا کر کاٹھی پر بیٹھ گیا۔ لگام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر اس نے دھیرے سے ایک ٹانگ اوپر کی اور اپنے پاؤں میں لوہے کی ایڑی پہننے لگا۔

خرگوش چونکہ لومڑ کی پیٹھ پر سوار تھا۔ اس لئے لومڑ یہ تو دیکھ نہیں سکتا تھا کہ خرگوش اوپر بیٹھا کیا کر رہا ہے۔ اس لئے اس نے خرگوش سے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں بھیا جی! ذرا اپنی پتلون دائیں طرف سے ٹھیک کر رہا ہوں۔"

دائیں طرف پاؤں میں لوہے کی ایڑی پہن کر خرگوش نے اب آہستہ سے اپنی بائیں ٹانگ اوپر کی۔

لومڑ نے پوچھا۔ "اب کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں بھیا جی!" خرگوش نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "ذرا اپنی پتلون بائیں طرف سے ٹھیک کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر خرگوش نے اپنے

بائیں پاؤں میں بھی لوہے کی ایڑی پہن لی۔

چلتے چلتے جب وہ دونوں کھتیا کولی کے گھر کے قریب پہنچے اور لومڑ نے چند قدم ادھر ہی رکنا چاہا۔ تاکہ کوئی نہ دیکھ لے۔ مگر خرگوش بڑا چالاک تھا۔ عین اس موقع پر اس نے لومڑ کو دونوں پاؤں سے ایسے زور کی ایڑ لگائی کہ لومڑ واقعی ایک گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگا۔ اور کھتیا کولی کے گھر کے سامنے سے بھاگتا ہوا آگے نکل گیا۔ غنیا، غنپا اور سپنا برآمدے میں کھڑی تھیں، ان سب نے لومڑ کو گھوڑا بنے ہوئے اور خرگوش کو اس کی سواری کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سب جنگل کی دوسری خواتین کے ساتھ مل کر تالیاں بجانے لگیں اور ہنسنے لگیں۔

آگے جا کے خرگوش نے زور سے لگام کھینچی۔ اور چھلانگ لگا کر لومڑ کی پیٹھ سے اتر پڑا۔ اور لگام کھینچ کر اس نے کھتیا کولی کے بنگلے سے باہر لکڑی کے جنگلے سے لومڑ کو اسی لگام سے باندھ دیا۔ اور خود ایک ہاتھ سے چابک گھماتا ہوا بڑی شان سے کھتیا کولی کے بنگلے میں داخل ہوا۔

اندر پہنچ کر اس نے سب مہمانوں سے ہاتھ ملایا، اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اپنا پائپ سلگایا۔ اور پھر بڑے فخر سے کہنے لگا۔ ''لومڑ اپنا بڑا پرانا گھوڑا ہے۔ اپنے آقاؤں کا بہت ہی وفادار ہے اور سواری بھی اس کی بہت عمدہ ہے مگر آج کل کچھ ٹھیک طرح سے اس سے چلا نہیں جاتا۔ مشق چھوٹ گئی ہے۔ سوچتا ہوں کہ ایک ماہ مسلسل اس پر سواری کروں تو سرپٹ دوڑنے لگے گا۔''

غنیا بولی۔''ہاں ہاں مسٹر خرگوش۔ آپ کا گھوڑا تو بہت عمدہ ہے۔''

غنپا نے کہا۔''اور پھر لومڑی کی سواری تو جنگل میں کسی خوش نصیب ہی کے حصے میں آتی ہے۔''

سپنا نے بہت خوش ہو کے خرگوش کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔''ایک روز میں بھی تمہارے ساتھ لومڑ کی سواری کروں گی۔''

خرگوش نے حسین سپنا کی طرف دیکھ کر کہا۔''جب کہو لے چلوں۔ تم کہو تو شیر کو گدھا بنا کے حاضر کردوں۔''

اس پر سب لڑکیاں ہنس پڑیں۔ تھوڑی دیر میں غنپا نے ایک عمدہ دھن چھیڑ دی۔ اور لڑکیاں گانے اور ناچنے لگیں۔ اور سب لوگ ہنسی خوشی کی باتوں میں مصروف ہوگئے۔ اور کسی کو لومڑ کا خیال نہ آیا جو گھر کے باہر لکڑی کے جنگلے میں بندھا غصے میں کھول رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب دعوت ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھر جانے لگے۔ تو خرگوش نے بھی رخصت چاہی۔ اور لڑکیوں سے ہاتھ ملا کر ان کے گھر سے باہر آیا۔ اس نے جلدی سے لگام کھولی اور اچک کر لومڑ کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔

اب کے لومڑ نے اس سے کچھ نہ کہا۔ اور مزے سے آہستہ آہستہ دلکی چلتا رہا۔ جیسے گھوڑے چلا کرتے ہیں۔ اور خرگوش سے شکایت کا ایک لفظ بھی اس کی زبان پر نہ آیا۔ مگر خرگوش اپنے گھوڑے کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اس لئے دل میں ڈر رہا تھا کہ نہ جانے اب لومڑ کیا حرکت کر بیٹھے۔

جب کھتیا کولی کا گھر نظروں سے دور ہو گیا۔ تو لومڑ نے جواب تک آہستہ آہستہ چل رہا تھا ایک دم اچھلتا کودتا اور اڑیل گھوڑے کی طرح چکریاں لگانا شروع کر دیا۔ تاکہ خرگوش کو کسی طرح نیچے گرا دے۔ مگر خرگوش بھی بڑا چالاک تھا۔ جونہی لومڑ اوپر اچھلتا اور چکریاں لیتا تو وہ لوہے کی ایڑی زور سے اس کی کمر میں چبھو دیتا۔ اور لومڑ ہائے کرکے سرپٹ دوڑنے لگتا۔

تھوڑی دیر کے بعد لومڑ نے ایک اور ترکیب سوچی اور جھٹ سے سڑک پر گر پڑا۔ اور خچر کی طرح زمین پر لوٹنے لگا۔ اب خرگوش کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اچھل کر اس کی پیٹھ سے الگ ہو جائے چنانچہ خرگوش نے یہی کیا۔ جونہی خرگوش اس کی پیٹھ سے الگ ہوا لومڑ نے اس کا پیچھا کیا۔ خرگوش اپنی جان بچانے کے لئے تیز تیز قدموں سے بھاگا۔ اتنا تیز وہ اپنی زندگی میں کبھی نہ بھاگا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آج لومڑ نے اسے پکڑ لیا تو پھر زندہ نہ چھوڑے گا۔

ادھر لومڑ کے دل میں بھی اتنا غصہ تھا کہ آج وہ بھی اپنی جان کی بازی لگا کے خرگوش کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ قریب تھا کہ لومڑ خرگوش کو پکڑ لیتا اتنے میں خرگوش کو ایک درخت کے تنے میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا۔ وہ اس کے اندر گھس گیا۔ لومڑ نے جلدی سے اسے پکڑنے کی کوشش

کی۔ مگر سوراخ اتنا چھوٹا تھا کہ لومڑ کی تھوتھنی اس کے اندر نہ جا سکتی تھی۔

اب لومڑ درخت کے تنے کے نیچے لیٹ کر سوچنے لگا کہ خرگوش کو کیسے پکڑا جائے۔ ادھر اوپر آسمان میں اسی وقت ایک گدھ اڑ رہا تھا۔ گدھ نے جو لومڑ کو اس طرح لیٹے ہوئے دیکھا تو نیچے اتر آیا۔ اور درخت کی ایک شاخ پر بیٹھ کر کہنے لگا۔ ''بیچارہ لومڑ مر گیا۔ بھلا آدمی تھا۔ بڑا افسوس ہوا ہے مگر اب کیا کیا جائے اب اسے کھانا ہی پڑے گا۔ نہیں تو اس کی لاش سڑنے لگے گی۔ اور جنگل میں بیماری پھیلنے کا اندیشہ ہوگا۔

یہ سوچ کر گدھ نے اپنے پر پھڑ پھڑائے۔ اپنی چونچ کو درخت کی شاخ سے رگڑ کر تیز کیا۔

اتنے میں لومڑ نے سر اُٹھا کر گدھ کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔''میں مردہ نہیں ہوں۔ زندہ ہوں۔ بھائی گدھ تم سے ایک کام ہے اس سوراخ میں خرگوش گھس گیا ہے۔ اور کسی طرح نکلتا نہیں۔ تم ذرا اس تنے کی رکھوالی کرو۔ میں اتنے میں گھر سے ایک کلہاڑی لے کے آتا ہوں۔ تم اس سوراخ کو دیکھتے رہو۔ خرگوش اس میں سے نکل جانے نہ پائے۔''

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

جب لومڑ چلا گیا اور تھوڑی دیر تک چاروں طرف خاموشی رہی تو سوراخ کے اندر سے خرگوش نے کہا۔ ''بھیا لومڑ! سنو بھیا لومڑ!''

لیکن لومڑ تو وہاں تھا نہیں جو جواب دیتا۔ گدھ خاموش رہا تھوڑی دیر کے بعد خرگوش بولا۔ ''نہ بولو بھیا۔ بھیا لومڑ! میں جانتا ہوں تم سوراخ کے باہر کھڑے ہو۔ مگر ٹھیک ہے۔ نہ بولنا چاہو تو نہ بولو۔ بس اس جگہ مجھے یہی سوچ سوچ کر افسوس ہوتا ہے! کہ ہائے اس موقع پر گدھ بھیا نہ ہوئے!!''

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

گدھ نے اپنی آواز بدل کے کہا۔''کیوں؟ گدھ بھائی ہوتے تو کیا ہو جاتا؟''

''ارے کیا تمہیں بتاؤں! اس سوراخ کے اندر کتنی موٹی تازی گلہریاں چھپی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ گدھ بھائی گلہریوں کا گوشت بڑے چاہ سے کھاتے ہیں۔ وہ اس وقت ہوتے تو میں انھیں بہت سی موٹی تازی گلہریاں کھلا دیتا۔''

''کیسے کھلا دیتے تم؟'' گدھ نے بڑی بے تابی سے پوچھا اور اب کے وہ اپنی آواز بدلنا بھی بھول گیا۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

''بڑی آسان بات ہے!'' خرگوش نے کہا۔ ''میں اس سوراخ کے ادھر سے ان گلہریوں کو شور کر کے ڈرا دیتا ہوں۔ وہ تنے کے اس طرف جو دوسرا سوراخ ہے ادھر بھاگتیں۔ ان کے نکلتے ہی گدھ بھائی چونچ مار مار کر انھیں پکڑتے جاتے اور مزے سے کھاتے جاتے۔''

گدھ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ پھر وہ کئی دن سے بھوکا بھی تھا۔ اس سے نہ رہا گیا۔ اس نے جلدی سے کہا۔''دیکھو میں گدھ ہوں۔ اب تم جلدی سے اپنا کام شروع کرو۔ میں تنے کے اس طرف دوسرے سوراخ پر جاتا ہوں۔ تم ادھر سے گلہری کو مار بھگاؤ میں اس طرف سے انھیں پکڑ لوں گا۔''

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

''بے شک، بے شک گدھ بھائی۔ ایسا ہی ہوگا۔ تم ادھر جاؤ۔ پھر دیکھو، کتنی گلہریاں تمہیں کھانے کو ملتی ہیں۔''

گدھ اپنے بے ڈھنگے پاؤں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا تنے کے اس طرف گیا۔ جدھر خرگوش نے دوسرا سوراخ بتایا تھا۔ مگر اسے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ اس طرف درخت کے تنے میں کوئی سوراخ نہ تھا وہ گھبرا کر جو پلٹا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ خرگوش ہنستا چھلانگیں مارتا ہوا سڑک پر چلا جا رہا تھا۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

''گلہریاں کہاں ہیں؟'' گدھ نے چیخ کر پوچھا۔

''بھاگ گئیں!'' خرگوش نے قہقہہ مار کے جواب دیا۔ اور جنگل میں غائب ہو گیا۔

گدھ اپنی حماقت پر بڑا شرمندہ ہوا۔ اسے خرگوش پر غصہ بھی بہت آیا۔ مگر خرگوش نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ وہ اپنا غصہ کسی پر نکالنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ لومڑ کے آنے تک وہیں سوراخ کے سامنے بیٹھا رہا۔ اور جب لومڑ کلہاڑی لے کر گھر سے آیا۔ تو اس نے گدھ سے پوچھا۔''سب خیریت ہے۔'' گدھ نے اسے سچ سچ تو نہیں بتایا۔ بلکہ یہ کہا۔ ''ہاں سب خیریت ہے۔خرگوش ابھی تک درخت کے سوراخ کے

اندر ہی ہے۔ مگر چونکہ اندر سے کوئی آواز نہیں آتی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ خرگوش اندر سو رہا ہے؟"

لومڑ نے طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔"اچھا میں اب خواب خرگوش سے اسے جگاتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر لومڑ نے درخت کے تنے پر زور سے کلہاڑا مارا درخت کا تنا بڑا مضبوط تھا۔ اس کے سوراخ کو بڑا کرنا آسان کام نہ تھا۔ پھر بھی لومڑ بڑی تن دہی سے اپنے کام میں لگا رہا۔ جوں ہی وہ کلہاڑا زور سے مارتا۔ گدھ اس کی ہمت بڑھانے کو کہتا۔

"شاباش میرے لومڑ۔ اور زور سے کلہاڑی مارو۔ کمبخت خرگوش اسی سوراخ کے اندر ہے۔ میں جانتا ہوں وہ اسی سوراخ کے اندر ہے۔"

کلہاڑی چلاتے چلاتے لومڑ کا دم پھول گیا اور گدھ اسے شاباشی دیتا رہا۔ تو پیچھے سے اس نے کسی کی آواز سنی۔ اس نے دیکھا کہ گدھ اس پر ہنس رہا ہے۔ اسے گدھ پر بڑا غصہ آیا۔ کہ جب اسے معلوم تھا کہ سوراخ کے اندر خرگوش نہیں ہے۔ تو اس نے کیوں اس سے بیکار اتنی محنت کرائی۔

مگر لومڑ نے گدھ سے کچھ نہیں کہا۔ اس نے چپکے سے تھوتھنی ڈال کے سوراخ میں دیکھا۔ اور خوشی سے چلا کر بولا"آہا کتنی موٹی تازی گلہریاں ہیں۔"

"کہاں؟ کہاں؟" گدھ فوراً سب کچھ بھول کر سوراخ کے بالکل قریب آ گیا۔ اس کے قریب آتے ہی لومڑ نے گدھ کو پکڑ لیا۔ اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔

"بدمعاش تو نے مجھے بیوقوف بنایا۔ دیکھ اب میں تیری جان کیسے نکالتا ہوں۔" لومڑ نے غصے سے کہا۔

گدھ نے اپنے پر پھڑ پھڑائے۔ لومڑ کی گرفت سے نکلنے کی بہت کوشش کی۔ مگر لومڑ نے اسے گردن سے پکڑ لیا تھا۔ اور زور زور سے اس کی گردن دبا رہا تھا۔ اور گردن دباتے ہوئے اسے اپنی تھوتھنی کے قریب لا رہا تھا۔ جب گدھ کو وہ بالکل اپنے منہ کے قریب لے آیا تو گدھ نے ایک آخری ترکیب سے اپنی جان بچانے کی کوشش کی اور وہ بڑی مشکل سے اپنی تیز چونچ سے لومڑ کی ناک پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب تو لومڑ نے گھبرا کے گدھ کی گردن چھوڑ دی۔ اور اسی وقت گدھ اپنے پر پھیلا کے آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ مگر لڑائی میں گدھ کی گردن کے پَر لومڑ کے ہاتھوں میں رہ گئے تھے۔ جب سے تم دیکھو گے کہ گدھ کی گردن پر بال نہیں ہوتے ہیں۔

☆☆☆

مشن امن

مشن امن صائمہ الٰہی کے بچوں کے لیے لکھے گئے ڈراموں کا مجموعہ ہے، جو زیادہ تر بچوں کے مقبول ماہانہ ڈائجسٹ **نٹ کھٹ** میں چھپے ہیں۔ ڈراموں کا یہ مجموعہ کتاب گھر کے بچوں کے ادب (**بزم اطفال**) سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش http://www.kitaabghar.com

☆

سپنا کی سالگرہ تھی۔ اس موقع پر خرگوش کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ آج صبح صبح خرگوش نے اپنے کپڑوں پر استری کی۔ پالش سے اپنے جوتے چمکائے۔ بالوں میں کنگھی کی۔ اور اچھی طرح سے آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر گھر سے روانہ ہوا۔ رستہ زیادہ دور کا نہ تھا۔ موسم بھی بہت خوشگوار تھا۔ اسے لئے خرگوش نے بڑے مزے سے ''چھائی بہار ہے، جیا بے قرار ہے۔'' گاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اسے فلمی گانے بہت پسند تھے۔

راستے میں کچھوے سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ جنگل میں سارے جانوروں کے گھر تھے۔ ایک نہیں تھا تو کچھوے کا۔ دراصل کچھوا ہر وقت اپنے گھر کو اپنی پیٹھ پر لادے چلتا ہے۔ اس وقت بھی کچھوا اسی طرح چل رہا تھا۔ خرگوش نے کچھوے کی پیٹھ پر دستک دی اور کہا۔

''میاں کچھوے اندر ہو؟''

''ہاں بھئی یہیں ہوں۔ میں تو اپنے گھر کو ہر وقت اپنے ساتھ لے کر چلتا ہوں۔ اس سے بڑا آرام ملتا ہے۔ جہاں کہیں کسی دشمن نے حملہ کیا میں نے اپنے ہاتھ پاؤں اندر کر لئے۔ اور گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا۔''

''بہت عمدہ ترکیب ہے۔'' خرگوش نے اسے شاباشی دیتے ہوئے کہا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' کچھوے نے خرگوش سے پوچھا۔

''آج سپنا کی سالگرہ ہے نا۔ وہیں جا رہا ہوں۔'' خرگوش نے جواب دیا۔

''کھتیا کولی کے گھر؟'' کچھوے نے پوچھا۔ ''بھئی میں کبھی وہاں گیا نہیں مگر کھتیا کولی اور اس کی لڑکیوں کی بڑی تعریف سنی ہے۔ مجھے بھی لے چلو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔''

''چلو چلو۔ اس میں کیا حرج ہے۔ قریب ہی تو گھر ہے؟''

تھوڑی دیر کے بعد دونوں دوست کھتیا کولی کے گھر پہنچ گئے۔ لڑکیاں باہر برآمدے میں انھیں لینے کے لئے آ گئیں۔ انھوں نے کچھوے کی بھی بڑی خاطر تواضع کی۔ کیونکہ کچھوا بہت آہستہ چلتا تھا۔ اس کا قد بھی بہت چھوٹا تھا۔ اتنا چھوٹا تھا کہ زمین سے اوپر کچھ دیکھ ہی نہ سکتا تھا۔ اس لئے کھتیا کولی کی لڑکیوں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ اور پھر اسے ایک اونچی میز پر رکھ دیا۔ جہاں سے کچھوا سارے کمرے کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ باقی لوگ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ مگر کچھوا آج سب سے اونچی جگہ پر بٹھایا گیا تھا۔ اس لئے خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ باتیں ہوتے ہوتے گفتگو کا رخ لومڑ اور اس کی حرکتوں کی طرف مڑ گیا۔ کھتیا کولی اور اس کی لڑکیوں نے خرگوش کے گھوڑے کا قصہ سنایا۔ کس طرح لومڑ بے وقوف بنا۔ لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ کچھوا بھی خوب ہنسا۔ کیونکہ وہ بھی لومڑ کو پسند نہ کرتا تھا۔

خرگوش نے اپنی نئی پتلون کو جھاڑتے ہوئے کہا۔ آج میں لومڑ پر چڑھ کر نہیں آیا۔ کیونکہ کل میں نے بہت دیر تک اس کی پیٹھ پر سواری کی۔ آج اس سے چلا ہی نہیں جاتا۔ بہت جلد تھک جاتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں سپنا، لومڑ کو بیچ دوں۔ کمبخت بڈھا ہو گیا ہے.........سواری کے کام کا نہیں رہا۔

''اگر تم اسے بیچنے ہی پر تلے ہوا!'' کچھوے نے کہا۔ ''تو بھئی اسے دور کسی جنگل میں جا کے بیچنا کم بخت بہت زبان دراز ہے۔ کل مجھے

رستے میں مل گیا تھا تو اس نے مجھے اور میرے خاندان والوں کو وہ گالیاں سنائی ہیں کہ میں کیا کہوں؟''

''اے لو!'' غنیا، غنپا اور سپنا خفا ہو کے بولیں۔ ''دیکھی اماں تم نے اس بدذات لومڑ کی حرکت، پھوے بھائی کو گالیاں دے رہا تھا۔ اور بے چارے ہمارے پھوے بھائی کس قدر شریف ہیں۔ کتنے اچھے کتنے سوئٹ۔''

''ہاں بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔'' کھتیا کولی نے سب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ ''تم ضرور اسے بیچ دو۔ لومڑ جانوروں میں بیٹھنے کے لائق نہیں ہے۔''

جس وقت لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ لومڑ دروازے سے کان لگائے سب سن رہا تھا۔ اسے خرگوش پر بڑا غصہ آیا۔ وہ جھٹ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اور آداب عرض کیے بغیر سیدھا خرگوش کو پکڑنے کے لئے لپکا۔

''ہاں بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔'' لومڑ غصے میں بولا۔

چاروں طرف کھلبلی سی مچ گئی۔ کرسیاں، اسٹول، تپائیاں اوندھی ہو گئیں۔ لڑکیاں چیخ مار کے باہر برآمدے میں بھاگیں پھوا میز پر کسمساتا ہوا ہلنے جلنے کی کوشش کرنے لگا۔ قریب تھا کہ لومڑ خرگوش کو پکڑ لے۔ کہ اتنے میں پھوا زور سے اپنی میز سے سرکا اور لومڑ کے سر پر جا گرا۔ پھوا تم جانتے ہوں بہت وزنی ہوتا ہے۔ سر پر گرتے ہی لومڑ وہیں فرش پر بے ہوش ہو گیا۔ اور خرگوش ڈر کے مارے چھلانگ لگا کر چمنی میں جا چھپا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب لومڑ کو ہوش آیا تو اس نے کیا دیکھا کہ دو ایک تپائیاں اوندھی پڑی ہیں دو ایک کرسیاں ٹوٹی پڑی ہیں ایک صوفے کے نیچے پھوا چھپا بیٹھا ہے۔ اور کھتیا کولی لڑکیوں کو لئے باہر برآمدے میں کھڑی ہے اور ڈر کے مارے کانپ رہی ہے۔

لومڑ نے پہلے تو اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جب معلوم ہوا کہ سر سلامت ہے تو اس نے اطمینان سے ادھر اُدھر دیکھا۔ اور چپکے چپکے خرگوش کو ڈھونڈنے لگا۔ مگر وہ اسے کہیں دکھائی دیتا۔ تھوڑی دیر اسی طرح ڈھونڈنے کے بعد یکا یک لومڑ کے کانوں میں کسی کے زور سے چھینکنے کی آواز آئی۔ لومڑ چونکا یہ آواز چمنی کے اندر سے آئی تھی۔ جہاں خرگوش دبکا بیٹھا تھا۔ لومڑ مسکرایا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ چمنی کے اندر کالک خرگوش کی ناک میں گھس گئی۔ اسی وجہ سے اسے اس زور کی چھینک آئی کہ وہ اسے روک نہ سکا۔ لومڑ نے چمنی کے قریب جا کر اونچی آواز میں کہا۔

''آج تم پکڑے گئے۔ اب خیریت اسی میں ہے کہ سیدھے سیدھے چمنی سے نیچے اتر آؤ۔ نہیں تو میں آگ جلا کے چمنی میں دھواں کرتا ہوں۔'' مگر چمنی کے اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ لومڑ جلدی سے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر آ گیا۔ اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر باہر سے لکڑیاں لے کے اندر آیا۔ اور انھیں آتشدان میں رکھنے لگا۔ یکا یک اس کے کانوں میں کسی کے ہنسنے کی آواز آئی۔

یہ خرگوش تھا۔ جو چمنی کے اندر سے زور زور سے ہنس رہا تھا۔

''کیوں ہنس رہے ہو؟'' لومڑ نے خرگوش سے پوچھا۔

''میں کیوں تمہیں بتاؤں؟ میں آج بہت خوش ہوں۔''

''کیوں خوش ہو؟''

''واہ میں تمہیں کیوں بتاؤں؟ تم تو میری جان لینے پر تلے ہوئے ہو۔'' خرگوش نے جواب دیا۔

لومڑ بولا۔'' اگر کوئی کام کی بات ہوئی تو تمہاری جان بخشی کر دوں گا۔''

خرگوش نے آہستہ سے کہا۔ یہاں اوپر چمنی میں کسی نے ایک صندوق چھپا کے رکھ دیا ہے۔ جس میں اشرفیاں ہی اشرفیاں بھری ہوئی

کتاب گھر کی پیشکش http://www.kitaabghar.com

ہیں۔"

"جھوٹے!" لومڑ نے کہا۔

"اعتبار نہ آئے تو چمنی میں منہ ڈال کے دیکھ لو۔ میں اوپر سے تمہارے لئے اشرفیاں پھینکتا ہوں۔"

جب لومڑ نے لالچ میں آ کر چمنی کے اندر منہ ڈالا تو اوپر سے خرگوش نے اشرفیوں کے بجائے اس کی آنکھ میں کالک جھونک دی۔ لومڑ نے چلاتے ہوئے اپنی تھوتھنی چمنی سے باہر نکالی۔ مگر اب وہ تھوڑی دیر کے لئے اندھا ہو چکا تھا۔ اور بے بسی میں ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اور اسی طرح آنکھیں ملتے ہوئے ان کو دھونے کے لئے کھڑکی سے باہر نکل بھاگا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر خرگوش بڑے اطمینان سے چمنی سے نیچے اترا، برش سے اپنے کپڑے صاف کئے چھڑی ہاتھ میں لئے سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔ لڑکیاں اسے دیکھ کر حیران ہو گئیں کیونکہ وہ تو سوچے بیٹھی تھیں کہ اب لومڑ نے خرگوش کو کھا لیا ہو گا۔

"لومڑ کا کیا ہوا؟" سپنا نے خرگوش سے پوچھا۔

خرگوش نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میں نے اس سے صاف کہہ دیا میاں لومڑ تمہاری یہ حرکتیں مجھے ذرا بھی پسند نہیں تم نے سپنا کی سالگرہ کی پارٹی چوپٹ کر دی۔ اب خیریت اسی میں ہے کہ چپکے سے یہاں سے کھسک جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں گردن پکڑ کے برآمدے میں لے جاؤں گا، اور سب کے سامنے چابک مار مار کر تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا۔"

یہ کہہ کر خرگوش نے اپنے کوٹ کا کالر ٹھیک کیا اپنے دوست کچھوے کو اپنے ساتھ لیا۔ اور سب سے رخصت ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ سپنا بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے، ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔ اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپ کی یہی مدد کافی ہو گی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

☆

کھتیا کولی کے گھر میں چالاک لومڑ کو شکست دینے کے بعد خرگوش بے انتہا مغرور ہوگیا۔ اپنی بہادری اور چالاکی کی بڑی بڑی ڈینگیں مارنے لگا۔ اور سر اُٹھا کر سینہ تان کے چلنے لگا۔ اب تو جنگل کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ خرگوش اسی طرح فخر وغرور سے سر اونچا کئے جا رہا تھا۔ کہ کچھوے نے اسے سلام کیا۔ مگر خرگوش نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اور آگے نکل گیا۔ کچھوے نے پھر چلا کے کہا۔

''آداب عرض کرتا ہوں خرگوش بھیا!''

اب کے خرگوش نے مڑ کے دیکھا۔ اوہو تم ہو۔ کچھوے۔ کہوں کیسے ہو۔ اس دن میز پر سے گر پڑنے سے زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔''

کچھوے کو بڑا غصہ آیا۔ وہ تو دراصل خرگوش کو بچانے کے لئے میز پر سے گرا تھا۔ اور اگر وہ اس وقت لومڑ کے سر پر گر کر اسے بے ہوش نہ کر دیتا تو خرگوش کو اپنی جان بچانی مشکل ہو جاتی۔ بجائے اس کے کہ خرگوش اس کا احسان مانتے الٹا اسی پر داؤ جما رہا تھا۔ کچھوے کو خرگوش کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ مگر وہ چپ رہا۔ بڑی عاجزی سے بولا۔''جی نہیں آپ کی عنایت ہے اب تو ٹھیک ہوں۔ مگر ایک بات اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ سے پوچھ لوں خرگوش بھیا۔''

''ہاں ہاں کوئی حرج نہیں۔ پوچھ لو، پوچھ لو۔'' خرگوش نے اپنی چھڑی گھماتے ہوئے بڑی ادا سے کہا۔

اس روز جب لومڑ آپ سے ڈر کے کھتیا کولی کے گھر سے بھاگا تو آپ نے اس کا پیچھا کیوں نہیں کیا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس دن کمبخت لومڑ اتنی تیزی سے بھاگ گیا کہ آپ اسے پکڑ نہ سکے۔ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں خود لومڑ کے پیچھے کیوں نہ بھاگا۔''

خرگوش ہنسا۔ بولا۔''ایک کچھوے ہو کر لومڑ کے پیچھے بھاگتے۔ ہاہاہا۔ اور اسے پکڑ لیتے۔ ارے بدھو! وہ تو میں ہی تھا کہ اسے پکڑ پاتا مگر میں اس وقت بیگم کھتیا کولی اور ان کی لڑکیوں کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتا تھا۔ ورنہ میں تو ایسا تیز بھاگتا ہوں کہ........''

کچھوے نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔''یہ بات تو غلط ہے خرگوش بھیا! تم سے تیز تو میں بھاگتا ہوں۔ اور اگر یقین نہ آئے تو پچاس روپے شرط بدلو۔ میرے گھر میں کل پچاس روپے ہیں۔ چمنی میں چھپا کے رکھے ہیں۔ اگر تم دوڑ میں جیت جاؤ تو پچاس روپے تمہارے۔''

''کیوں تمہاری شامت آئی ہے۔ پچاس روپے کھوتے ہو۔ ارے اگر میں ایک ٹانگ سے بھی چلنے لگوں۔ تب بھی تم سے میلوں آگے رہوں گا۔'' خرگوش نے ہنس کر کہا۔

کچھوا بولا۔''اگر تمہیں اپنی ٹانگوں پر اتنا ہی بھروسہ ہے تو میرے ساتھ دوڑ لگانے میں کیا حرج ہے؟''

''ہو جائے پھر!'' خرگوش نے جواب دیا۔

تب دونوں پچاس پچاس روپے لائے اور گدھ کے حوالے کر دیئے، جج بھی اسی کو بنایا گیا۔ تا کہ دوڑ میں ہار جیت کا فیصلہ بھی وہی کرے۔ اس کے بعد سارے جنگل میں منادی ہوگئی کہ آج کچھوے اور خرگوش کی دوڑ ہوگی۔ اس دلچسپ مقابلہ کو دیکھنے کے لئے جنگل کے سارے جانور اکٹھے ہوگئے۔ جنگل میں پانچ میل کی دوڑ کا حساب کر کے راستہ مقرر کیا گیا۔ ہر میل کے بعد لکڑی کا ایک بڑا کھمبا نشان کے طور پر کھڑا کر دیا گیا، اسی طرح پانچ کھمبے کھڑے کئے گئے۔ خرگوش نے سڑک پر دوڑنے کے لئے رضامندی ظاہر کی۔ کچھوے نے کہا۔ ''کیونکہ

اسے دھوپ سخت ناپسند ہے اس لئے وہ جنگل جنگل، درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ لے کر دوڑے گا۔"

مگر اس طرح سے تو راستہ تمہارے لئے پانچ میل سے بھی لمبا ہو جائے گا۔" گدھ نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں!" کچھوے نے کہا۔ "میں دوڑ لوں گا۔"

"تمہاری مرضی!"

خرگوش اپنے سینے پر وہ سب تمغے لگا کر آیا تھا جو اس نے پچھلی دوڑوں میں جیتے تھے۔ لیکن کچھوے بے چارے کے پاس تو کوئی تمغہ نہ تھا۔ لیکن دوسرے طریقے سے دوڑ کی تیاری کر لی۔ کچھوے کے چار بچے تھے اور ایک بیوی۔ ان سب کی شکل ایک دوسرے سے اس قدر ملتی تھی کہ کوئی کہہ نہ سکتا تھا کہ یہ کچھوا ہے، یہ اس کی بیوی ہے یہ اس کا بیٹا ہے۔ انھیں ایک دوسرے سے الگ الگ کر کے پہچان لینا بہت مشکل تھا۔ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھوے نے جہاں سے ریس یعنی دوڑ شروع ہوتی تھی وہیں قریب ہی اپنی بیوی کچھوی کو ایک جھاڑی میں چھپا دیا۔ باقی چاروں کو ایک ایک میل کے بعد ہر کھمبے کے پاس کسی جھاڑی یا درخت کی آڑ میں بیٹھ جانے کے لئے کہہ دیا۔ اور خود سب سے آخری کھمبے پر جہاں دوڑ ختم ہوتی تھی، جا کے چھپ گیا۔ جب ریس شروع ہونے کا وقت آیا تو گدھ نے اپنی جیب سے گھڑی نکالی اور کہا۔

"تیار ہو جاؤ خرگوش۔"

"جی ہاں!" خرگوش نے جواب دیا۔

"اور تم کچھوے۔"

"جی ہاں۔" کچھوی جھاڑی کے پاس سے چلائی۔

"تو بھاگو۔"

گدھ نے اشارہ کیا اور اشارہ پاتے ہی خرگوش نے سڑک پر دوڑنا شروع کیا۔ کچھوی جھاڑیوں میں سے گھسیٹتی ہوئی سیدھی اپنے گھر چلی گئی۔

جب خرگوش تیزی سے دوڑتے ہوئے پہلے میل کے کھمبے پر پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا کہ وہاں پر کچھوے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس نے زور سے آواز دی۔

"کہاں ہو بھائی کچھوے۔"

"یہاں ہوں میں۔" کچھوے کے پہلے بیٹے نے کھمبے کے پاس کی جھاڑی سے نکل کے کہا۔

اب تو خرگوش پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بھاگا۔ کچھوے کا بیٹا اطمینان سے مسکراتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔

خرگوش جب دوسرے کھمبے کے پاس پہنچا تو دیکھتا کیا ہے کہ کچھوا تو وہاں اس سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ اور بھی تیز دوڑا۔ مگر تیسرے کھمبے پر پھر ایک کچھوا موجود تھا۔ اسی طرح چوتھے کھمبے پر اب تو خرگوش نے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور اتنی تیز دوڑا کہ زندگی میں اتنا تیز کبھی نہ دوڑا تھا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ مگر اس نے پروا نہ کی۔ اور آخری میل تک اسی طرح دوڑتا چلا گیا۔

بہت دور سے کچھوے نے اسے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ چپکے سے اپنی جھاڑی سے نکلا اور جنگل کے سارے جانوروں کے سامنے آہستہ آہستہ چلتا ہوا پانچویں میل کے کھمبے سے ذرا آگے چل کر ایک جھاڑی میں بیٹھ گیا۔ اور جھوٹ موٹ ہانپنے لگا۔

اتنے میں خرگوش بھی ہانپتا بھاگتا دوڑتا آخری کھمبے پر پہنچ گیا۔ اس نے جب آخری کھمبے پر کچھوے کو نہ دیکھا تو مارے خوشی کے چلا اُٹھا۔

”لاؤ میرا انعام، گدھ بھائی۔ لاؤ میرا انعام۔“

اس پر کچھوے نے پانچویں کھمبے کے آگے والی جھاڑی سے باہر نکل کر کہا۔ ”آداب عرض ہے، خرگوش بھائی۔ افسوس ہے کہ میں آپ سے ذرا پہلے آ گیا ورنہ انعام آپ ہی کو ملتا۔“

گدھ (جج) نے پچاس روپے کچھوے کو دیدیے۔

کھتیا کولی اور اس کی لڑکیاں خرگوش پر ہنسنے لگیں۔ خرگوش بہت شرمندہ ہوا۔ اور اس نے آئندہ شیخی بگھارنے سے توبہ کر لی۔ کیونکہ اب اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ بڑے بول کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے اس نے بڑی محبت سے کچھوے سے ہاتھ ملایا۔ اسے مبارک باد دی۔ اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ تم نے بہت اچھا سبق مجھے دیا ہے۔“ میں زندگی بھر تمہارا احسان نہیں بھولوں گا“ خرگوش نے کچھوے سے بغلگیر ہوتے ہوئے کہا۔

اس واقعے کے بعد کچھوا اور خرگوش پھر ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔

☆☆☆

نقش جیلانی

حیات و تعلیمات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مستند کتاب، جسے آپ تک پہنچایا ہے محمد یوسف جاوید (قلمی نام محمد ابوخلدون) نے۔ پہلے باب میں حضرت شیخ کی پیدائش سے لے کر ان کے سفر بغداد کے حالات کا ذکر ہے۔ دوسرا باب ان حالات کا جائزہ ہے جن سے حضرت شیخ سے پہلے اور ان کی زندگی میں امت مسلمہ گزر رہی تھی۔ تیسرا باب حضرت شیخ کی دینی تعلیم اور اس کے بعد حضرت حماد بن مسلم کی مجلس میں حاضری اور ان کی صحبت میں راہ طریقت طے کرنے کے بارے میں ہے۔ چوتھا باب حضرت کی زندگی کے دیگر حالات اور بعض کرامات کے ان کے بارے میں تاثرات پر مبنی ہے۔ پانچواں باب تصوف یا تزکیہ باطن کا ایک عمومی تعارف ہے اور ساتھ ہی اس بارے میں حضرت شیخ کی بعض تعلیمات بھی آ گئی ہیں۔ چھٹا باب حضرت شیخ کی تصنیفات کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ ساتواں باب حضرت شیخ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ یہی باب اس کتاب کا مرکزی باب ہے۔ اس میں عقائد، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر حضرت شیخ کے اقوال ان کی تصنیفات سے پیش کیے گئے ہیں۔ **نقش جیلانی** ،کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

☆

خرگوش اور کچھوا ایک دوسرے کے دوست بن گئے تھے۔ لیکن لومڑ اپنی شکست نہیں بھولا تھا۔ اسے یہ بھی اچھی طرح یاد تھا کہ اس روز کھتیا کولی کے گھر میں کمبخت کچھوے نے اس کے سر پر گر کر خرگوش کو بچایا تھا۔ ورنہ خرگوش کی کیا مجال تھی کہ اس دن اس کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ لومڑ جب ہی سے اس تاک میں تھا کہ کسی طرح کچھوے سے اس کا بدلہ لیا جائے۔

اس دوڑ کے کچھ دنوں بعد کچھوا بڑے اطمینان سے ندی میں نہانے کے لئے جا رہا تھا۔ راستے میں اسے لومڑ نے دیکھ لیا۔ کچھوے نے لومڑ کو نہیں دیکھا تھا۔ لومڑ کچھوے کو دیکھ کر سیدھا اپنے گھر گیا۔ اور ایک تھیلا اُٹھا لایا۔ جتنی دیر میں لومڑ اپنا تھیلا لے کر واپس آیا اتنی دیر میں تو کچھوا چند گز سے آگے نہ بڑھا تھا۔ لومڑ نے اس کو اُٹھا کے اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ اور گھر کی طرف چل پڑا۔ کچھوے نے بہت شور مچایا بہت واویلا کیا۔ مگر لومڑ نے ایک نہ سنی، اسے تھیلے میں ڈالے سیدھا اپنے گھر کی طرف چلا جا رہا تھا۔

آگے رستے میں خرگوش نے لومڑ کو ایک جھاڑی کے پیچھے سے دیکھ لیا کہ تھیلا اُٹھائے گھر جا رہا ہے۔ خرگوش کے جی میں آیا کہ دیکھے اس تھیلے میں کیا ہے۔ یہ خیال کے آتے ہی وہ اُٹھ کے بھاگا۔ اور لومڑ کے آنے سے پہلے ہی لومڑ کے کھیتوں میں چلا گیا۔ یہ تربوز کی فصل کا موسم تھا اور لومڑ کے کھیت میں بہت عمدہ تربوز آئے تھے۔ خرگوش نے ایک لکڑی مار کر دو ایک تربوزوں کو توڑ دیا۔ کچھ کھایا کچھ پھینکا۔ دو ایک جگہ بیلوں کے پتے توڑ کے پھینک دیئے۔ ایک جگہ سے کھیت کی باڑ گرا دی۔ل اور یہ سب کام چوپٹ کر کے وہ جلدی سے واپس آ کر لومڑ کے گھر کے قریب ایک جھاڑی میں چھپ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد لومڑ اپنا تھیلا اُٹھائے ہوئے گھر میں داخل ہوا۔ اس نے تھیلا اُٹھا کے.........دیوار پر ٹانگ دیا۔ اور خود کرسی پر بیٹھ کر پائپ پینے لگا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کچھوے کو کس طرح کھایا جائے۔

اتنے میں دروازے پر زور سے دستک ہوئی اور خرگوش نے اپنا منہ ذرا سا اندر ڈال کے کہا۔"بھیا لومڑ! بھیا لومڑ! وہ لوگ تمہارے کھیتوں کو اجاڑ رہے ہیں۔ سور اور دوسرے جانور تمہارے کھیتوں کے تربوز کھا رہے ہیں۔ میں نے منع کیا۔ مگر وہ بڑے بڑے جانور ہیں۔ وہ ایک چھوٹے سے خرگوش کی بات کب سنتے ہیں۔ انھوں نے الٹا مجھے بھگا دیا میں تو اب گھر جاتا ہوں۔ میرا بچہ بیمار ہے۔ تم جلدی سے جا کے اپنی فصل کو بچاؤ۔ اگر بچانا چاہتے ہو۔"

یہ کہہ کر خرگوش جلدی سے وہاں سے بھاگ گیا۔ لومڑ نے اسی وقت ایک ڈنڈا اُٹھایا۔ اور اپنے کھیتوں کو بچانے کے لئے بھاگا۔ اس کے جانے کے بعد خرگوش ایک دم اچک کر لومڑ کے کمرے میں آ گیا۔ اور اس نے تھیلا اُٹھا کے اسے ٹٹولا۔ تو اندر سے کچھوے نے گھبرا کے کہا۔ "مجھے نہ مارو، مجھے نہ مارو۔ لومڑ بھائی میری بیوی اکیلی رہ جائے گی۔ میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔"

"ہاہاہا۔ کچھوے بھائی ہیں۔" خرگوش نے ہنس کر کہا۔ "ارے کچھوے بھائی تم کیسے پکڑے گئے۔ تم تو اتنا تیز دوڑتے ہو۔ پھر بھی تم پکڑے گئے۔"

کچھوے نے خرگوش کی آواز پہچان لی اور گڑگڑا کے کہنے لگا۔"وہ میں نے تم کو دھوکہ دیا تھا۔ خدا کے لئے اس وقت مجھے بچالو۔ میں تمہارے پچاس روپے لوٹا دوں گا۔ بلکہ پچاس روپے اپنی طرف سے بھی دوں گا۔ مگر کسی طرح میری جان بچالو۔"

http://www.kitaabghar.com

خرگوش کچھ کہنے سنے بغیر تھیلے کو اٹھا کر باہر نکل آیا۔ جنگل میں اس نے بھڑ کے ایک چھتے کو دیکھا کہ جس کا سوراخ بہت چھوٹا تھا۔ خرگوش نے گیلی مٹی لے کر جلدی سے اس سوراخ کو بند کیا۔ چھتے کو توڑے بغیر بڑی احتیاط سے تھیلے میں ڈالا۔ اور کچھوے کو باہر نکالا پھر وہ تھیلا اُٹھائے بھاگا بھاگا لومڑ کے گھر گیا۔ اور تھیلے کو اسی طرح دیوار پر ٹانگ دیا۔ اس کے بعد وہ اور کچھوا دونوں لومڑ کے گھر باہر گھنی جھاڑیوں میں تماشا دیکھنے کے لئے چھپ گئے۔

ادھر جب لومڑ کھیتوں میں گیا تو اسے وہاں کوئی جانور نہ ملا نہ سور نہ کوئی اور۔ اور ایک دو تربوزوں کے علاوہ ساری فصل بھی اپنی جگہ پر ٹھیک تھی۔ اسے بڑا غصہ آیا۔ مگر سمجھ گیا کہ خرگوش نے اس کے ساتھ چالاکی کی تھی۔ اب خرگوش تو اس کے سامنے تھا نہیں جس سے وہ بدلہ لیتا۔ اس کا دوست کچھوا اس کے تھیلے میں بند تھا۔ لومڑ نے سوچا وہ کیسے اس سے بدلہ لے گا۔ پہلے تو وہ بند تھیلے ہی کو زمین پر رکھ کر ڈنڈے سے کچھوے کو تھیلے کے اندر ہی اندر رکھ کر پیٹے گا۔ اور اچھی طرح اس کی ہڈی پسلی ایک کرنے کے بعد اسے تھیلے سے نکال کے کھا جائے گا۔

گھر کے باہر جھاڑیوں میں چھپے ہوئے خرگوش اور کچھوا دیکھ رہے تھے کہ اب کیا کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ بالکل خاموش رہے۔ پھر کرسی کے گرنے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر میں لومڑ خود کھڑکی سے نکل کر بھاگا۔ اس کے اردگرد بھڑوں کا بادل سا منڈلا رہا تھا۔ اور وہ چیختا چلاتا ہوا مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ "مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے ان ظالم بھڑوں کے ڈنک سے بچاؤ" لومڑ زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ مگر بھڑیں تھیں کہ برابر اسے کاٹے جا رہی تھیں۔

اس منظر کو دیکھ کر خرگوش اور کچھوا ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے ہنستے ہنستے آنسو نکل آئے۔ اور اب تو مارے ہنسی کے ان کے منہ سے آواز بھی نہ نکلتی تھی۔ انھوں نے زندگی میں اس سے بہتر تماشا کبھی نہ دیکھا تھا۔

☆☆☆

کہانیاں جانوروں کی

کہانیاں جانوروں کی ہندوستان کے معروف مصنف، ڈرامہ نگار اور بچوں کی کہانیاں لکھنے والے آفتاب حسنین کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے بچوں کو روایتی انداز میں یعنی جانوروں اور پرندوں کی زبانی اخلاقی تعلیم دی ہے۔ گو یہ انداز روایتی ہے لیکن کہانیاں سب کی سب ایک دم نئی ہیں۔ **کہانیاں جانوروں کی** کتاب گھر کے بچوں کے ادب سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش

☆

بھڑوں کے چھتے کے واقعے کے بہت عرصے تک لومڑ کی ہمت نہ پڑی کہ وہ خرگوش اور کچھوے سے ٹکر لے سکے۔ اس نے ان سے بدلہ لینے کا خیال چھوڑ دیا۔ اور ان کے ساتھ امن و دوستی سے رہنے کی کوشش کرنے لگا۔ خرگوش بھی یہی چاہتا تھا۔ ان کے ساتھ مل کے کھیتوں میں کام کرنا چاہتا تھا۔ اور سارے جنگل کا بھلا چاہتا تھا۔ مگر یہ اس کے ہمسائے تھے جو اسے کمزور جان کر اسے بار بار ستانے کی کوشش کرتے تھے۔

اس بار فصل تیار ہوئی اور فصل بانٹنے کا وقت آیا تو پہلے کی طرح لومڑ بھائی، ریچھ بھائی، اور بھیڑیا بھائی اور چیتا بھائی اپنا حصہ بٹانے آن پہونچے۔ اور اپنی طاقت کے بل پر سب سے بڑا حصہ فصل کا چھین لے گئے۔ خرگوش کچھوے اور جنگل کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانوروں کے لئے جنھوں نے فصل تیار کرنے میں سب سے زیادہ محنت کی تھی۔ بہت کم حصّہ چھوڑ گئے۔ کبھی تو دھوکہ دے کے لے جاتے۔ کبھی زبردستی لیجاتے، لے ضرور جاتے تھے۔ اور ان غریب چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ہمیشہ اپنے بیوی بچّوں سمیت بھوکا ہی رہنا پڑتا تھا۔

اس سال بھی جب بڑے جانوروں نے ایسا ہی کیا تو خرگوش بہت پریشان ہو گیا۔ کتنی عمدہ فصل ہوئی تھی۔ اور اس پر بھی اسے سال بھر تک بھوکوں ہی مرنا پڑے گا۔ یہی سوچ سوچ کر خرگوش نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ اب کے وہ جنگل کے ان بڑے بڑے جانوروں کو ایسا سبق سکھائے گا کہ دوبارہ وہ ایسی حرکت نہ کر سکیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اور کھیتوں میں کوئی کام نہ تھا۔ چنانچہ خرگوش اور کچھوا دونوں ایک گھنی جھاڑی کے نیچے بیٹھ کر گزرے ہوئے زمانے کی باتیں یاد کرنے لگے۔ اور ان واقعات کو دہرانے لگے۔ جب جنگل کے بڑے بڑے جانوروں کے ہاتھوں بڑی مشکل سے ان کی جانیں بچی تھیں۔

"دیکھو تو ہم چھوٹے جانوروں کو بھی ہر وقت اپنی جان کا کیسا خطرہ رہتا ہے۔" کچھوے نے کہا۔ "دن کے چوبیس گھنٹوں میں بیس ۲۰ گھنٹے تو اپنی جان کی حفاظت میں اور بڑے جانوروں کے ڈر میں گزرے جاتے ہیں۔ نیند بھی ٹھیک طرح سے نہیں آتی۔ کام بھی ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔"

"ہاں بھئی کچھوے۔ میں خود کئی دن سے سوچ رہا تھا۔ یہ اپنے بھائی بھیڑیے اور بھائی ریچھ اور بھائی لومڑ کس قدر لالچی اور خود غرض واقع ہوئے ہیں۔ ہمیشہ اپنے فائدے اور اپنے ہی بھلے کی سوچتے ہیں۔ چاہے دوسروں کی جان چلی جائے۔ انھیں اس سے کوئی غرض نہیں!"

دیر تک دونوں دوست اسی طرح باتیں کرتے رہے۔ آخر خرگوش نے کہا۔ "یہ لوگ اوپر سے بڑے بنتے ہیں۔ اصل میں یہ ہماری طرح معمولی جانور ہیں۔ میں تو سوچتا ہوں کہ ان کو کسی نہ کسی طرح نیچا دکھانا چاہئے تاکہ جنگل کے سب جانوروں کو معلوم ہو جائے کہ جتنے بڑے یہ بنتے ہیں اتنے بڑے اصل میں ہیں نہیں۔"

"ترکیب تو بہت عمدہ ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوگا کیسے؟" کچھوے نے خرگوش سے کہا۔

خرگوش نے کہا۔ "دیکھو ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔ آج کل چاندنی راتیں ہیں۔ ہم جنگل کے پرانے تالاب میں بھائی ریچھ، بھائی بھڑیے اور بھائی لومڑ کو چاندنی رات میں مچھلی کے شکار کی دعوت دیں گے۔"

"پھر؟" کچھوے نے پوچھا۔

خرگوش نے آنکھ مار کے کہا۔ "آگے مت پوچھو، بس آگے میں سب بات کر لوں گا۔ تم کو جیسا میں کہوں ویسا کرنا۔ جو بات میں کہوں اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہنا۔"

http://www.kitaabghar.com

''بہت اچھا۔'' کچھوے نے جواب دیا۔

اس کے بعد خرگوش تو اپنے گھر چلا گیا۔ اور کچھوا تالاب کی طرف روانہ ہوا۔ تا کہ دوسرے دن چاندنی رات سے پہلے وہاں پہنچ جائے۔

دوسرے دن خرگوش نے جنگل کے بہت سے جانوروں کو تالاب پر مچھلی کے شکار کے لئے بلایا۔ جانوروں کو خرگوش کی یہ بات پسند آئی۔ اور انھوں نے اس کی عقل کو بہت سراہا۔ کھتیا کولی اور اس کی تینوں لڑکیاں، غنیا، غنپا اور سپنا بھی آئیں۔ چاندنی رات میں سپنا اپنا نیا فراک پہن کے بچ مچ کی ایک گڑیا معلوم ہوتی تھی۔

خیر صاحب تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر بھائی ریچھ نے اپنی بنسی اور کانٹا ڈالا۔ اور بھائی لومڑ نے اپنا جال جھولے سے نکالا۔ کھتیا کولی اور اس کی لڑکیاں تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگیں۔

جب سب کچھ تیار ہو گیا۔ تو خرگوش نے تالاب کے کنارے جا کے پانی کی طرف نظر دوڑا کے دیکھا۔ پھر اس نے برا سا منہ بنایا اور بڑا اداس لہجہ بنا کے کہنے لگا۔ ''چچ چچ۔ آج تو مچھلی کا شکار نہیں ہو سکے گا۔ آج تو ہمیں گھر ہی واپس جانا پڑے گا۔''

کچھوا یہ سن کر آگے آیا اور خرگوش کی طرح اس نے بھی پانی میں دیکھا اور سر ہلا کر کہا۔ ''خرگوش بھیا ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی آج مچھلی کا شکار نہ ہو سکے گا۔''

لڑکیوں نے نا امیدی سے چلا کے کہا۔ ''کیوں جی کیا بات ہے....؟ شکار کیوں نہیں ہو سکتا۔ پانی میں کون ہے؟''

خرگوش نے لڑکیوں سے کہا۔ ''گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے خواتین آپ کی حفاظت کے لئے ہم موجود ہیں۔ باقی رہا یہ کہ پانی میں کون ہے؟ سو آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔''

تب بہت سے جانور آگے جھک کے پانی میں دیکھنے لگے۔ اور ان سب کو چاند نظر آیا۔

لومڑ بھائی گھبرا کے بولے۔ ''باپ رے''

بھیڑیا بولا۔ ''یہ تو بہت برا ہوا۔''

ریچھ نے کہا ''کس مصیبت میں پھنس گئے ہم لوگ۔''

''کچھ بھی ہو۔'' خرگوش نے مڑ کے جانوروں سے کہا۔ ''اگر آپ مچھلی کا شکار کرنا چاہتے ہیں تو چاند کو پانی سے نکالنا ہوگا۔ اس کے بغیر مچھلیاں جال میں نہ آئیں گی۔ نہ کانٹے کو نگلیں گی۔''

''مگر چاند کو کیسے پانی سے نکالا جائے۔'' ریچھ نے پوچھا۔

خرگوش سوچنے لگا۔ اس نے آہستہ سے ایک آنکھ بند کی۔ دوسری کھولی۔ دوسری کھولی پہلی بند کر لی۔ پھر سوچ سوچ کے کہنے لگا۔ '' بس ایک ترکیب ہے۔ لومڑ بھائی اگر اپنا جال پانی میں پھینکیں اور چاند کو گھسیٹ کر باہر نکال لیں۔ اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔''

مگر لومڑ اپنا جال دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس نے سن رکھا تھا کہ چاند بہت بھاری ہوتا ہے۔ ''کہیں بیچ سے اس کا جال ٹوٹ نہ جائے۔''

کچھوا بولا۔ ''پرانے بزرگ کہہ گئے ہیں کہ جو جانور چاند کو پانی سے گھسیٹ کر باہر نکالتا ہے۔ اسے سونے کی دس اشرفیاں اسی جال میں مل جاتی ہیں۔''

سونے کی اشرفیوں کا ذکر سنتے ہی لومڑ کے دل میں لالچ پیدا ہوا۔ اور اس نے جال ڈالنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اتنے میں خرگوش بھی اپنا کوٹ اتار کر پانی میں گھسنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ مگر ریچھ اور لومڑ دس اشرفیاں خود حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے خرگوش کو پانی میں گھسنے کی اجازت نہ دی۔ اور خود جال کے کپڑوں سمیت پانی میں گھس گئے۔

جال کا ایک سرا لومڑ نے پکڑا۔ دوسرا ریچھ نے اور جلدی سے اسے پانی میں ڈال کے پانی کی تہہ سے جہاں چاند چمک رہا تھا۔ اس کو باہر نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ جال کو پانی میں پھیلا کے وہ دونوں زور لگا کر آہستہ سے جال کو پانی میں سے باہر گھسیٹ لائے مگر چاند نہ نکلا۔

خرگوش نے کہا۔ ''چاند ذرا آگے گہرے پانی میں ہے۔ آپ لوگ کنارے ہی جال ڈال رہے ہیں''

تب ریچھ اور لومڑ ہمت کر کے کمر تک گہرے پانی میں گئے اور پھر انھوں نے جال ڈالا اور اسے زور لگا کر کھینچ کر کنارے پر لے آئے۔ پھر چاند ہاتھ نہ آیا۔

خرگوش نے کہا۔ ''میرے خیال میں چاند بہت ہی گہرے پانی میں ہے۔''

اب ریچھ اور لومڑ اتنے گہرے گہرے پانی میں چلے گئے کہ پانی ان کے کانوں تک آ گیا۔ جال پھینک کر زور لگاتے وقت ان کے قدم اور گہرے پانی میں چلے گئے۔ اور وہ دونوں ڈوبنے لگے۔ اور جال ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ بڑی مشکل سے وہ دونوں تیر کر کنارے پر آ سکے۔ مگر تین بار پانی میں گھسنے سے ان کے کپڑے گیلے اور کیچڑ میں لت پت ہو گئے تھے۔ اور ایسے بدصورت اور بے ڈھنگے دکھائی دینے لگے کہ انھیں دیکھتے ہی غنیا، غنپا اور سپنا ہنسنے لگیں۔ اور دوسرے جانور بھی ان کی ہنسی میں شریک ہو گئے۔ ریچھ اور لومڑ بہت شرمندہ ہوئے۔ مگر اس وقت کیا کر سکتے تھے۔

خرگوش نے بہت شرمندہ ہو کر ان سے کہا۔ ''آپ لوگ جلدی سے گھر جا کے کپڑے بدل لیجئے۔ ورنہ سردی لگ جائے گی۔ اور آپ لوگ بیمار پڑ جائیں گے۔''

ریچھ اور لومڑ کپڑے بدلنے گھر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی جنگل کے چھوٹے جانور خوب ہنسے۔ غنیا، غنپا اور سپنا نے گیت گائے۔ اپنا ناچ دکھایا۔ پھر سب لوگ جو اپنے اپنے گھروں سے کھانا لائے تھے سب نے مل بانٹ کے کھایا۔ بڑی عمدہ پکنک رہی۔

☆☆☆

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے، ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔ اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجیے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

☆

گرمیاں چلی گئیں خزاں آئی پھر خزاں بھی چلی گئی۔ اور سردیوں کے دن شروع ہو گئے۔ خرگوش دو دن سے بھوکا تھا۔ اور جنگل میں کچھ کھانے کو ڈھونڈ رہا تھا۔ مگر اسے کوئی چیز بھی نہ ملی۔ جو وہ کھا لیتا۔ سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ ذرا تیز تیز چلوں گا تو بدن خود بخود گرم ہو جائے گا۔ اور سردی نہیں لگے گی۔

یہ سوچ کر وہ تیزی سے بھاگنے لگا۔

رستے میں اسے ایک گیدڑ ملا۔ گیدڑ نے اس سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے بھیا۔ اتنی تیزی سے بھاگ رہے ہو؟''

خرگوش نے بھاگتے ہوئے کہا۔ ''مت پوچھو، میرے پاس بتانے کے لئے وقت نہیں ہے۔''

''کیا گھر میں کوئی بیمار ہے؟''

''مت پوچھو، میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''ارے بھائی تو کیا کسی نئی دوڑ کی تیاری کر رہے ہو؟''

''مت پوچھو، میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' خرگوش نے دوڑتے ہوئے کہا....!!

گیدڑ بولا۔ ''تمہاری منت کرتا ہوں۔ بتاتے جاؤ۔ کیا ماجرا ہے؟''

''کیا بتاؤ ادھر جنگل میں ایک عجیب سا شور ہو رہا ہے۔ بس مت پوچھو میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' یہ کہتے ہوئے خرگوش تیزی سے بھاگ گیا۔

یہ خبر سنتے ہی گیدڑ کے ہوش اڑ گئے۔ وہ بھی تیزی سے بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے اسے لومڑ ملا۔

لومڑ نے کہا۔ ''کیوں بھاگ رہے ہو؟''

گیدڑ نے کہا۔ ''مت پوچھو، میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''کیا ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہو؟''

گیدڑ نے پھر جلدی سے کہا۔ ''مت پوچھو، میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

لومڑ نے گھبرا کے کہا۔ ''مگر بھیا کچھ تو بتاؤ۔ کیا بات ہے؟''

گیدڑ نے کہا۔ ''کیا بتاؤں ادھر جنگل میں ایک خوفناک شور ہو رہا ہے۔''

لومڑ نے جو یہ سنا خود بھی ڈر کے مارے دوڑنا شروع کر دیا......دوڑتے دوڑتے ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ راستے میں اسے بھیڑیا ملا۔

بھیڑیے نے کہا۔ ''ارے اتنی تیزی سے کدھر بھاگے جا رہے ہو۔''

بھیڑیے نے جو لومڑ کی زبانی سنا کہ ادھر جنگل میں ایک خوفناک شور ہو رہا ہے۔

بھیڑیے نے وہیں سے سرپٹ دوڑ لگائی۔ راستے میں اسے ایک ریچھ ملا۔ ریچھ بھی بھاگنے لگا۔ ریچھ کو ایک چیتا ملا، چیتا بھی بھاگنے لگا۔ تھوڑی دیر میں سارے جنگل میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور ہر جانور خوف کے مارے بھاگ رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے یہ لوگ کچھوے کے گھر کے پاس پہنچے۔

کچھوے نے پوچھا۔ ''تم لوگ کیوں بھاگ رہے ہو؟''

چیتے نے کہا۔ ''میں نے تو سنا نہیں۔ لیکن ریچھ نے سنا ہے!''

ریچھ نے کہا۔''میں نے کہاں سنا ہے۔ مجھے تو بھیڑیے نے بتایا ہے۔ بھیڑیے سے پوچھو۔''

بھیڑیے نے کہا۔''لومڑ سے پوچھو۔''

لومڑ نے کہا۔''گیدڑ سے پوچھو۔''

گیدڑ نے کہا۔''مجھے خرگوش نے بتایا تھا۔ خرگوش سے پوچھو!''

سارے جانور اکٹھا ہو کے خرگوش کے گھر پہنچے۔ خرگوش اس وقت دروازہ بند کئے اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا دھوپ میں گنا چوس رہا تھا۔ نیچے جانوروں نے چلا کے کہا۔''اے خرگوش کیا بات ہے۔ تمہیں دیکھ کر یہ گیدڑ بھی ڈر کے مارے بھاگنے لگا۔'' خرگوش نے مسکرا کے کہا۔اجی کوئی بات نہ تھی۔ مجھے سردی لگ رہی تھی۔ میں نے کہا ذرا ایک دوڑ ہی لگا لوں۔ تو سارا جسم گرم ہو جائے گا۔ بس۔!۔ مگر آپ لوگ اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟''

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب شرمندہ ہو گئے۔ خاص طور پر جنگل کے بڑے بڑے جانور جنھیں اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا۔ ریچھ اور چیتا، بھیڑیا اور لومڑ اس وقت غصے کی نگاہوں سے خرگوش کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جیسے اسے کچا ہی کھا جائیں گے۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اور اندر تالا لگا تھا۔ اور خرگوش بڑے اطمینان سے گنا چوستا رہا۔ اور یہ سب جانور شرمندہ ہو کر وہاں سے کھسک گئے۔ خرگوش نے انھیں خوب الو بنایا تھا۔

☆☆☆

اجالے ماضی کے

ڈاکٹر ابو طالب انصاری (انڈیا) کی علمی کاوشوں کا نتیجہ، اسلامی تاریخ کے عظیم فرزندوں کا احوال، جس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے عظیم مسلم شخصیات کے مختصر تعارف اور ذکر شامل ہے۔اس کتاب کے پہلے باب میں، مفسرین، محدثین، فقہاء، ائمہ اور علماء کا ذکر ہے، دوسرے باب میں شعراء، ادباء اور مصلحین، تیسرے باب میں مورخین، جغرافیہ داں اور سیاح، چوتھے باب میں اطباء و سائنسداں، پانچویں باب میں فلاسفہ اور متکلمین، چھٹے باب میں سلاطین و فاتحین اور آخری باب میں مجاہدین آزادی اور سیاستداں شامل ہیں۔ یہ کتاب بھی، کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش

☆

بیگم کھتیا کولی کے ہاں ایک روز دعوت میں سارے جانور پہنچے ہوئے تھے۔ ریچھ اور بھیڑیا۔ لومڑ اور گیدڑ، خرگوش اور کچھوا، عقاب اور گدھ وغیرہ وغیرہ۔ سب اطمینان سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ اس دن کے بعد جس دن لومڑ نے کھتیا کولی کے گھر خرگوش کے پکڑنے کی کوشش کی تھی، کھتیا کولی نے سب جانوروں سے کہہ دیا تھا۔ کہ اگر انھیں اس کے گھر آنا منظور ہو تو بخوشی آئیں۔ لیکن اس کے گھر میں آ کے لڑائی جھگڑا کرنے کی اجازت کسی کو نہ ہوگی۔ اسی لیے تو آج سارے جانور بڑے مزے سے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے گپ لڑا رہے تھے۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

مگر تم جانتے ہو جہاں دو چار عورتیں بیٹھی ہوں گی وہاں اگر مرد بھی موجود ہوں گے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد شیخی مارنے لگ جاتے ہیں۔

اس وقت ایسا ہی ہوا۔ سب سے پہلے خرگوش نے اس سلسلے کو شروع کیا۔ ''اس جنگل میں سب سے تیز دوڑنے والا میں ہوں''

عقاب نے کہا ''سب سے اونچا اڑنے والا ہوں''

لومڑ نے کہا۔ ''سب سے چالاک میں ہوں۔''

بھیڑیے نے کہا ''اور سب سے عقلمند میں ہوں۔''

ریچھ بولا۔ ''اور سب سے طاقتور میں ہوں۔''

سارے جانور اپنی اپنی ہانک رہے تھے۔ کچھوا چپ چاپ ایک آرام کرسی پر لیٹا سب کی باتیں سنتا رہا۔ جب سب جانور اپنی کہہ چکے تو اس نے بڑے اطمینان سے سگریٹ سلگایا اور کہا۔ ''بھیا خرگوش کتنا تیز دوڑ لیتے ہیں یہ تو میں آپ سب کے سامنے ان کو دکھا چکا ہوں۔ اب اگر بھیا ریچھ اپنے کو سب سے طاقتور سمجھتے ہیں تو مجھ سے طاقت آزما کر دیکھ لیں۔''

اس پر سب جانور ہنسنے لگے۔ کیونکہ کچھوے صاحب آدمی کی ہتھیلی کے برابر تو تھے۔ ریچھ ایک ہاتھ مارے تو جان نکل جائے مگر اس وقت کیا بڑھ بڑھ کے باتیں کر رہے تھے جانوروں کو بہت ہنسی آئی۔

غنیا بولی۔ ''کچھوے صاحب بھلا میں بھی تو سنوں۔ آپ کیسے ریچھ سے طاقت آزمائیں گے۔''

کچھوے نے کہا۔ ''بڑی آسان بات ہے کہیں سے مجھے ایک مضبوط رسا لا کے دیجئے۔ ایک سرا ریچھ بھیا کے ہاتھ میں دیجئے۔ دوسرا سرا لے کے میں پانی میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اب ریچھ صاحب اگر مجھے پانی سے باہر نکال لیں تو وہ تگڑے۔ نہیں تو میں ان سے مضبوط''

غنیا تالی بجا کے بولی۔ ''بات تو بالکل ٹھیک ہے مگر تم ریچھ کے مقابلے پر رسا کشی کر سکو گے؟''

''آزما کے دیکھ لو'' کچھوے نے وہیں کرسی پر پڑے پڑے بڑی دل جمعی سے کہا۔

ریچھ بولا۔ ''مگر میرے پاس رسا نہیں ہے۔''

کچھوے نے کہا۔ ''ہاں تمہارے پاس رسا بھی نہیں ہے اور طاقت بھی نہیں ہے۔''

بیگم کھتیا کولی بولیں۔ ''میں آپ کو اپنے گھر سے ایک مضبوط رسا لا دیتی ہوں۔ اور پھر ہم سب لوگ دریا کے کنارے چلتے ہیں۔ اور ہو جائے آج رسا کشی تم دونوں کے درمیان۔''

''ہمارے ریچھ بھیا تو دو بیلوں سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔''

خرگوش نے کہا۔ ''یہ آج کچھوے کے کیا شامت آئی ہے۔''

مگر کچھوے نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ کھتیا کولی اپنے گودام سے ایک موٹا سا رسّا نکال کے لائیں۔ جسے ریچھ نے اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ اب جانور تماشا دیکھنے کے لئے دریا کے کنارے پہنچ گئے۔

وہاں پہنچ کر کچھوے نے ایک سرا ریچھ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور دوسرا سرا اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "اب میں سرا پکڑ کے دریا میں جاتا ہوں جب میں دریا میں نیچے بیٹھ جاؤں گا تو رسّے کو زور سے جھٹکا دوں گا۔ جھٹکا دیتے ہی ریچھ بھیا زور لگائیں گے اور مجھے پانی سے باہر نکال لیں گے تو یہ شرط جیت جائیں گے۔ ورنہ میں!"

کچھوا رسّے کے دوسرے سرے کو پکڑے ہوئے غڑاپ سے پانی میں کود گیا۔ نیچے پہنچ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا آخر اسے پانی کے اندر ڈوبی ہوئی ایک بہت بڑی درخت کی جڑ مل گئی۔ اس نے اچھی طرح سے رسّے کو اس موٹی جڑ سے باندھ دیا۔ اور اسے ایک زور کا جھٹکا دیکر خود ایک طرف بیٹھ گیا۔

جھٹکا ہوتے ہی ریچھ نے ایک ہاتھ سے رسّے کو پکڑا۔ مسکرا کر غنیا، غنپا اور سپنا کی طرف دیکھا اور اسے کھینچنا شروع مگر کچھوا پانی میں سے نہ نکلا۔ اب ریچھ نے ذرا حیران ہو کر رسّے کی طرف دیکھا۔ اور اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر کھینچنا شروع کیا۔ مگر کچھوا پھر بھی پانی سے باہر نہ نکلا۔ اب ریچھ نے گھوم کر رسّے کو اپنے طاقتور کندھوں پر لے لیا۔ اور دونوں ہاتھ سے کھینچنا شروع کیا مگر کچھوا پھر بھی پانی سے نہ نکلا۔

اس پر بھیڑیے نے کہا۔ "لاؤ میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔"

اب بھیڑیا اور ریچھ دونوں مل کر رسّے کو کھینچنے لگے۔ مگر کچھوا پھر بھی پانی سے باہر نہ نکلا۔ یہ دیکھ کر غنیا، غنپا اور سپنا ہنسنے لگیں۔ اس پر جنگل کے دوسرے جانوروں کو بڑا غصہ آیا۔ کہ اتنا چھوٹا سا جانور اور انھیں شکست دے جائے۔ چنانچہ اب گیدڑ اور چیتا دونوں اور دوسرے جانور بھی رسہ کشی میں شریک ہو گئے۔ اور سب مل کے رسّا کھینچنے لگے۔ لیکن نتیجہ پھر بھی وہی رہا۔

آخر جب سارے جانور زور لگا کے ہارے گئے اور انھوں نے رسّا کھینچنا بند کر دیا تو کچھوے نے چپکے سے رسّے کو جڑ سے کھولا اور اس کا سرا ہاتھ میں لے کر پانی سے باہر آ گیا۔ اور مسکرا کر بولا۔ "ریچھ بھیا تم بہت طاقتور ہو، دو بیلوں سے بھی زیادہ طاقتور ہو۔ مگر پانی تو میرا اپنا گھر ہے اور پانی کے اندر سے دو کیا چار بیلوں کی طاقت رکھنے والا ریچھ بھی مجھے نہیں نکال سکتا۔!!"

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش

☆

اس واقعے کے چند روز بعد جنگل کے بہت سے جانور کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ چیتا ہل چلا رہا تھا۔ ریچھ ہل کے آگے زور لگا رہا تھا.....لومڑ بڑی ہوشیاری سے جتی ہوئی زمین میں بیج بو رہا تھا اور بھیڑیا اپنے تیز دانتوں سے کھیتوں میں اُگی ہوئی جھاڑیاں کاٹ رہا تھا۔ اور خرگوش ان کٹی ہوئی جھاڑیوں کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر دور پھینک آتا تھا۔

دو پہر تک اسی طرح کام ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں خرگوش جو ایک ننھا منا جانور تھا تھک گیا۔ آرام کرنے کے بہانے سے اپنے ہاتھ میں ایک پاؤں پکڑ کے کہا۔ "ارے میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر خرگوش وہاں سے لنگڑاتا ہوا غائب ہو گیا۔ اور آرام کرنے کے لئے کوئی اچھی جگہ تلاش کرنے لگا۔

چلتے چلتے وہ ایک کنویں کے پاس پہنچا۔ اس کنویں میں لوہے کی گراری لگی تھی۔ اور اس میں ڈول بندھے تھے۔ اس طرح کہ اگر ایک ڈول کنویں کے اندر جائے تو دوسرا ڈول خود بخود اوپر آ جائے۔

خرگوش نے اس قسم کے ڈول کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ دیکھ کے اسے خیال آیا کہ ڈول کے اندر بیٹھ کے آرام کرنا چاہیے۔ بہت عمدہ جگہ معلوم ہوتی ہے اور یہاں کسی جانور کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔

یہ سوچتے ہی اس نے چھلانگ لگائی اور ڈول میں اچک کے بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی ڈول کنویں میں چلا گیا۔ خرگوش بہت گھبرایا یہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر ڈر کے مارے وہ چپ رہا۔ جب ڈول نیچے پانی کی سطح پر پہنچا تو رکا۔!!

کنویں میں خرگوش کو بہت ڈر لگا۔ روشنی سے اتنی دور۔ اب اسے یہاں آ کر کون بچائے گا۔ مگر جانور ہوشیار تھا۔ اس نے سوچا تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہو۔ دیکھو شاید قدرت کسی طرح مدد کرے۔

ادھر کھیت میں لومڑ ہر وقت خرگوش پر نظر رکھتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ دیر ہو گئی اور خرگوش واپس نہیں آیا۔ کانٹا نکالنے میں تو اتنی دیر نہیں لگتی۔ پھر یہ آخر کہاں گیا۔ خرگوش سے کئی دفعہ ٹکر لینے کے بعد لومڑ یہ بات اچھی طرح جان گیا تھا کہ وہ ضرور کسی نہ کسی شرارت میں مصروف ہوگا۔ چل کے دیکھیں تو سہی۔ آج کمبخت کس اسکیم میں الجھا ہے۔

یہ سوچ کر لومڑ خرگوش کے پاؤں دیکھتا دیکھتا اس کنویں کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے یہ نشان کنویں کے اوپر جگت (کنویں کی مینڈھ) تک دیکھے۔ اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ کنویں کے اوپر صرف ایک ڈول گراری سے لٹک رہا ہے۔

"اے خرگوش بھائی!" لومڑ نے کنویں کے اندر سے آواز دی۔

"نیچے کنویں میں کیا کر رہے ہو؟"

خرگوش نے جب کنویں کے اوپر سے یہ آواز سنی تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے فوراً بڑی ہوشیاری سے کہا۔ "اے بھیا لومڑ! میں کنویں میں مچھلیاں پکڑ رہا ہوں!"

"کنویں میں مچھلیاں ہیں؟" لومڑ نے پوچھا۔

"مچھلیاں ہیں! اتنی بڑی بڑی ہیں کہ میرے ہاتھ میں نہیں آتی ہیں میں تو صرف چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پکڑ رہا ہوں۔"

"لاؤ میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔ مگر کنویں کے اندر کیسے آؤں۔"

"بڑی آسان بات ہے!" خرگوش نے نیچے سے چلا کر کہا۔ "اوپر جو ڈول لٹک رہا ہے اس میں بیٹھ کے نیچے آ جاؤ۔ میں بھی اسی طرح آیا

ہوں۔ اس میں ہے کیا؟"

خرگوش نے ہنس کر ایسی لاپروائی سے یہ بات کہی کہ لومڑ کو یقین آ گیا۔ وہ اسی وقت ڈول میں کود پڑا۔ اس کے ڈول میں جاتے ہی یہ ڈول تو کنویں کے اندر جانے لگا۔ اور خرگوش والا ڈول کنویں کے اوپر آنے لگا۔ آدھے راستے میں دونوں ڈول ملے خرگوش اور لومڑ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔

خرگوش نے ہنس کر کہا۔ "بھیا لومڑ دیکھ لو۔ یہی اس دنیا کا طریقہ ہے۔ ایک اوپر آتا ہے۔ دوسرا نیچے جاتا ہے۔ اب ذرا اپنے کپڑے بچا کر مچھلیوں کا شکار کرنا۔"

اس کو اس طرح ہنستے دیکھ کر لومڑ کو یقین ہو گیا کہ خرگوش نے اس سے کیسی شرارت کی ہے۔ مگر اب بیچارا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کنویں سے نکل کر خرگوش ڈول سے کود کر ان لوگوں کے گھر کی طرف بھاگا اور انھیں یہ بتایا کہ ایک لومڑ ان کے کنویں میں چھپا بیٹھا ہے۔ کسان لوگ ڈنڈے لے لے کر آئے لومڑ کو کنویں سے نکالا۔ اور پھر اسے اپنے ڈنڈوں سے پیٹنا شروع کیا۔ بڑی مشکل سے لومڑ وہاں سے جان بچا کر بھاگا۔ پھر بھی اسے جگہ جگہ چوٹ لگی تھی۔ جو اس کے جسم پر بال ہونے کی وجہ سے دکھائی نہ دیتی تھی۔

کھیتوں میں واپس آ کر لومڑ پھر کام کرنے لگا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ ہاں کبھی کبھی کام کرتے کرتے اس کے منہ سے درد کی ایک ہلکی سی چیخ نکل جاتی۔ ایسے موقع پر خرگوش بڑے زور سے ہنس پڑتا۔ لومڑ کو بہت غصہ آیا۔ اس نے سوچا اب کسی طرح سے بھی وہ خرگوش سے اس کی شرارت کا ضرور بدلہ لے گا۔

مگر اس وقت چونکہ سب جانور کام کر رہے تھے اور کام کرتے وقت کوئی جانور دوسرے جانور پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ جنگل کا قانون تھا۔ اس لئے چپ رہا۔ پھر اس نے یہ بھی سوچا۔ اگر جنگل کے جانوروں کو پتہ چلے گا کہ خرگوش نے اسے کس طرح بے وقوف بنایا تھا۔ تو وہ سب لوگ اس پر ہنسیں گے۔ اور اس کی بڑی بیٹھی ہوگی۔ یہ سوچ کر بھی چپ رہا اور موقع کا انتظار کرنے لگا۔

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

☆

ایک روز خرگوش کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ خرگوشنی گھر پر بچوں کے کپڑے سی رہی تھی کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ خرگوشنی نے بڑھ کے دروازہ کھولا۔ وہاں گیدڑ کھڑا تھا۔ وہ بیچاری سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔

گیدڑ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”میں تو کھیتوں سے آیا ہوں۔ دوڑتے دوڑتے تھک گیا ہوں۔“

”خیریت تو ہے؟“ خرگوشنی نے پوچھا۔

گیدڑ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ”ویسے تو سب ٹھیک ہے کھیتوں میں ٹھیک سے کام چل رہا ہے۔ مگر خرگوش کی ایک ٹانگ پتھر اُٹھاتے اُٹھاتے زخمی ہوگئی ہے۔ خون بہ رہا ہے۔ خرگوش نے مجھ سے کہا۔ میں گھر سے دوا لے آؤں وہ کالی دوا جو اندر بیگ میں رکھی ہے۔“

”کالی تو نہیں ہے۔ وہ مرہم تو سفید ہے۔“

”تو سفید ہی ہوگی۔“ گیدڑ نے کہا۔ ”مجھے کیا معلوم؟ جلدی میں مجھے یاد نہیں رہا ہے۔ کیا کہا تھا۔ اس نے۔ بس بھاگتا ہوا آیا ہوں۔ کیونکہ خون بہت نکل رہا ہے۔ زخم سے۔“

”خون نکل رہا ہے۔تو مرہم سے کیا ہوگا۔ پٹی باندھنی ہوگی۔“

”پٹی تو ہم میں سے کوئی نہیں باندھ سکتا۔ اور ڈاکٹر ندی کے پار ایک بیمار ہاتھی کو دیکھنے گیا ہوا ہے۔“

”پٹی تو میں خود باندھ ہوں۔ مگر اسے اُٹھا کے لائے گا کون گھر میں۔“

خرگوش کے دو بڑے بچوں نے کہا۔”ہم چلتے ہیں پاپا کو اُٹھانے۔ آپ جلدی چلئے پاپا بہت زخمی ہو گئے ہیں۔“

خرگوشنی نے دوا وغیرہ لی۔ اور اپنے دو بڑے بچوں کے ہمراہ گیدڑ کے ساتھ چلی۔ گیدڑ پہلے تو انہیں پرانے رستے پر لے کر چلتا رہا۔ پھر جنگل کی ایک دوسری پگڈنڈی پر ہو لیا۔

خرگوشنی نے کہا۔”یہ راستہ تو کھیتوں کو نہیں جاتا۔“

گیدڑ بولا۔ ”یہ تو نئی پگڈنڈی ہے۔ چھوٹا رستہ نکالا ہے میں نے اس سے بہت جلدی کھیتوں میں پہنچ جائیں گے۔“

گیدڑ آگے آگے چلا۔ پیچھے پیچھے خرگوشنی اور اس کے دونوں بچے رستے میں ایک جگہ درخت گرا پڑا تھا۔ درخت کے ایک طرف گہری کھائی تھی۔ دوسری طرف اونچی چٹانیں تھیں۔ تیسری طرف جنگل کی ندی بہتی تھی۔

خرگوشنی نے گھبرا کے کہا۔”اب آگے کیسے جائیں گے۔“

گیدڑ بولا۔ ”کوئی مشکل نہیں۔ درخت کی یہ شاخ جو کھائی کے اوپر سے گزرتی ہے۔ اس پر سے چھلانگ لگا کے آگے چلی جاؤ۔ آگے راستہ صاف ہے۔“

خرگوشنی نے کہا۔”مگر یہ شاخ بڑی پتلی ہے۔ اور بہت ہلتی ہے۔“

گیدڑ نے دونوں ہاتھوں سے شاخ کو ادھر سے پکڑ لیا۔ اور کہا۔ ”اب چلو!“

خرگوشنی جب شاخ کے بیچ میں پہنچی تو گیدڑ نے ہاتھ سے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ جس سے شاخ اتنے زور سے ہل گئی کہ خرگوشنی ہوا میں اچھلی اور پھر چکر کھاتے ہوئے نیچے کھائی میں جا گری۔

کھائی میں ریچھ، بھیڑیا اور لومڑ پہلے سے تاک میں بیٹھے تھے خرگوشنی جیسے ہی نیچے گری۔ ریچھ نے اسے دبوچ لیا اور اپنے منہ میں ڈال

لیا۔

''ممی کہاں گئی تم؟'' خرگوشنی کے بڑے بیٹے نے چلا کے کہا۔

نیچے ریچھ نے خرگوشنی کی آواز بنا کہا۔

میں پہنچ گئی دوسرے کنارے

جلدی سے آجا میرے پیارے

بڑا بیٹا بھی اسی شاخ پر سے چل رہا تھا۔ جب وہ بیچ میں پہنچا تو پھر گیدڑ نے زور شاخ کو جھٹکا دیا اور وہ بھی غڑاپ سے کھائی میں جا گرا جہاں بھیڑیا اس کی تاک میں منہ کھولے بیٹھا تھا۔

اب خرگوش کا دوسرا بیٹا رہ گیا تھا۔ اس نے چلا کے پوچھا۔

میّا میّا؟

بھیا بھیا؟

میں بھی آوں؟

کدھر کو جاؤں؟

تو بھیڑیئے نے ایک چھوٹے لڑکے کی آواز کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

میں پہنچ گیا دوسرے کنارے

جلدی آجا بھیا پیارے

تجھ کو لے کے باغ میں جاؤں

عمدہ عمدہ سیب کھلاؤں

سیب کا نام سنتے ہی خرگوش کے دوسرے بیٹے نے جواب تک ڈر رہا تھا۔ جھٹ سے چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ بھی گیدڑ نے یہی سلوک کیا اور وہ بھی کھائی میں گر گیا۔ اور لومڑ جو دیر سے منہ کھولے اس کا انتظار کر رہا تھا اسے دبوچ لیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جب گیدڑ کھائی میں پہنچا تو اسے صرف چند ہڈیاں کھانے کو ملیں۔

ادھر جب خرگوش کے بیوی بچوں کا صفایا ہو رہا تھا ادھر خرگوش بے چارہ بڑی محنت سے کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ بڑی تیز دھوپ تھی۔ اور خرگوش کا سارا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس نے لومڑ کے کھیتوں پر نظر ڈالی تو اسے نہ ریچھ دکھائی دیا نہ لومڑ۔ نہ بھیڑیا۔ نہ گیدڑ۔ بس چیتا بڑے اطمینان سے ہل کو ایک طرف رکھ کے درختوں کی چھاؤں میں لیٹا ہوا تھا۔ خرگوش کو بڑا غصہ آیا۔ دیکھو ان بڑے جانوروں کو بس پڑے پڑے آرام کیا کرتے ہیں اور ہم غریب چھوٹے جانور دن رات کھیتوں میں مرتے ہیں۔ ویسے تو ایک تنکا توڑ کے نہیں دیں گے۔ مگر جب فصل بانٹنے کا وقت آئے گا تو ہم سے دوگنی بلکہ چوگنی فصل غڑا کے لے جائیں گے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

خرگوش نے دور ہی سے چلاّ کے چیتے سے کہا۔ ''اٹھو کھیتوں میں ہل چلاؤ۔''

چیتے نے لیٹے لیٹے جواب دے۔ ''کیسے چلاؤں۔ ریچھ تو ہے نہیں جسے ہل میں جوتوں۔''

''تو بیج ڈالو۔''

''لومڑ تو ہے نہیں جو بیج صاف کرے گا۔''

''تو جھاڑیوں کو کاٹو۔''

''وہ بھیڑیے کا کام ہے۔''

''مگر یہ سب لوگ کہاں گئے ہیں۔ ایک گھنٹے سے غائب ہیں۔''

چیتا چپ رہا۔ پھر سوچ سوچ کر بولا۔ ''وہ لوگ۔ وہ لوگ دریا کے پار راجو ہاتھی کو دیکھنے گئے ہیں؟ راجو ہاتھی عرصہ سے بیمار ہے۔''

خرگوش یہ سن کر پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ لیکن دو ایک بار جو اس نے نظر اُٹھا کے دیکھا تو چیتے کو مسکراتے پایا۔ خرگوش کو چیتے کی مسکراہٹ سے کچھ شبہ ہوا۔ مگر وہ بدستور کام کرتا رہا۔ دھوپ بہت تیز تھی اور جہاں چیتا لیٹا ہوا تھا وہاں کا سایہ بہت گھنا تھا۔ اس لئے چیتا جلد سو گیا۔ اور خراٹے لینے لگا۔ چیتے کے سونے کے بعد خرگوش نے فوراً کام بند کر دیا تھا۔ ہاتھ منہ دھوئے اور ندی کی طرف چلا۔ جس کے پار ہاتھی کا گھر تھا۔ یہ رستہ نئی پگڈنڈی کا رستہ تھا۔ جدھر سے خرگوشنی اور اس کے بچے گئے تھے۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کالی بلی اس کا راستہ کاٹ کے جھاڑیوں میں گھس گئی۔ کالی بلی رستہ کاٹے تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ خرگوش نے اپنے دل میں سوچا۔ مگر آگے بڑھ گیا۔ آگے چل کر ایک چوہا اس کا راستہ کاٹ گیا۔ خرگوش نے سوچا کالی بلی کے بعد سفید چوہا ملا۔ خدا خیر کرے۔ مگر پھر ہمت کر کے آگے بڑھ گیا تو دور سے اسے وہ گرا ہوا درخت نظر آیا۔

خرگوش وہیں رک گیا۔

''پہلے کالی بلی۔ پھر سفید چوہا۔ پھر گرا ہوا درخت۔ آج تو آفت پر آفت ہے۔''

آسمان پر ایک کبوتر اُڑ رہا تھا۔ وہ خرگوش کو دیکھ کے نیچے اترا۔ اور اس کے قریب سے اڑتے اڑتے یہ کہتے ہوئے بھاگ گیا۔

''بھاگو میرے بھائی۔
پیڑ کے نیچے کھائی۔
کھائی میں خونخوار شکاری۔
کھائیں سب کو باری باری۔
تیری بیوی تیرے بچے۔
کھائے انھوں نے کچے۔
اب تجھ کو کھانے والے ہیں۔
رستے میں جال بچھانے والے ہیں۔''

کبوتر اتنا کہہ کر اُڑ گیا۔ خرگوش کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ اسے معلوم ہوگیا کہ بیمار ہاتھی کو دیکھنے کا بہانہ کر کے، ریچھ، لومڑ، بھیڑیے اور گیدڑ نے اس کے بیوی بچوں کو کھا لیا ہے۔ دھوکے سے۔ اور اس وقت جب وہ ان کے ساتھ کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ یہ بڑے بڑے جانور کتنے دھوکے باز ہیں۔ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے جنگل کا ہر قانون توڑ دیتے ہیں! قانون کو بھی بس یہ اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بڑے بڑے ظالم جانور''

خرگوش کے دل میں غصہ تو بہت تھا۔ مگر اس وقت کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ سامنے کھائی کی طرف جانا گویا بالکل موت کے منہ میں جانا تھا..... وہ وہاں سے پلٹ پڑا۔ اور واپس کھیتوں میں چلا گیا۔ کھیتوں میں جانے سے پہلے اس نے اچھی طرح سے ایک چشمہ کے کنارے بیٹھ کر اپنے منہ دھویا۔ تاکہ کوئی اس کے آنسو نہ دیکھ سکے مگر اس کے دل میں بہت غصہ تھا۔ اور وہ کام کرتے ہوئے یہی سوچتا رہا۔ اس ظلم کا بدلہ کس طرح لیا جائے ابتک تو وہ صرف اپنا بچاؤ کرتا آیا تھا۔ لیکن اب جبکہ بڑے بڑے جانوروں نے اس کے گھر کو برباد کر دیا وہ یہ سوچنے لگا۔ کس طرح انھیں سزا دے تاکہ یہ لوگ آیندہ ایسی حرکت نہ کر سکیں۔ اپنا کام ختم کر کے جب وہ گھر پہنچا تو اس کے باقی بچے اس کے گلے لپٹ گئے۔ اور

اس سے پوچھنے لگے۔ ''تمہیں چوٹ کہاں لگی پاپا۔''

''چوٹ؟'' خرگوش نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔'' ایک بچے نے کہا۔ ''چچا گیدڑ میاں آئے تھے۔ تمہارے لئے دوا لینے۔ ممی گھبرا کر ان کے ساتھ ہولیں اور ہمارے دو بڑے بھائی بھی صبح سے گئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو کہاں چھوڑ آئے پاپا!؟''

خرگوش اپنے بستر میں منہ چھپا کے رونے لگا۔ اور اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ جن جانوروں نے اس کے بچوں کی جان لی تھی جب تک وہ انھیں ختم نہ کر دیگا اسے کبھی چین نہ آئے گا۔

خرگوش نے کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ اور دوسرے دن صبح اُٹھ کر بچوں کو گھر میں بند کر کے باہر سے تالا لگایا اور کھیتوں میں کام کرنے چلا گیا۔ آج بھی دن بھر کا کام تھا۔ اور سب لوگوں نے کھانا ایک جگہ رکھ دیا۔ لومڑ نے اپنے مکھن کا ڈبہ ایک چشمے کے ٹھنڈے پانی میں دبا کے رکھ دیا۔ کیونکہ آج دھوپ بہت تیز تھی۔ اور مکھن کے پگھل جانے کا ڈر تھا۔

خرگوش تو بیچارہ غریب آدمی تھا۔ ایک سوکھی سی روٹی اپنے ساتھ لایا تھا حالانکہ وہ لومڑ سے زیادہ محنت کرتا تھا۔ مگر اسے زندگی میں آج تک مکھن نصیب نہ ہوا تھا۔

کام کرتے کرتے اس کا دل مکھن کھانے کے لئے للچانے لگا۔ آخر اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے اپنا سر جھاڑیوں سے اوپر اٹھایا اور اپنے گھر کی طرف منہ کر کے ایسے بولا جیسے اسے کسی نے پکارا ہو، اور اس نے جواب دیا۔

''اچھا اچھا میں ابھی آتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ لپک کر گھر کی طرف چلا۔ تھوڑی دور آگے جا کر رک گیا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کہ کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا ہے۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو وہ دبے پاؤں چشمے کے کنارے گیا۔ مکھن کا ڈبہ نکال کر اس میں سے تھوڑا سا مکھن کھایا۔ اور پھر ڈبہ اسی طرح بند کر کے چشمے میں دبا کے کھیت میں واپس آیا اور کام کرنے لگا۔

گیدڑ نے پوچھا۔ ''گھر کیوں گئے تھے بھائی؟''

خرگوش نے کہا۔ کچھ نہیں بھائی۔ بچوں نے بلایا تھا۔ سب سے چھوٹا بچہ ذرا بیمار ہے دیکھنے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک پھر کام ہوتا رہا۔ مگر مکھن بہت عمدہ تھا۔ اور خرگوش کو پھر مکھن کی یاد ستانے لگی۔ اس نے پھر جھاڑیوں سے سر نکالا۔ اور اپنے گھر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ٹھہرو ٹھہرو۔ میں خود آ کے دوا دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر خرگوش پھر وہاں سے بھاگ گیا۔ اب کی وہ جلدی واپس نہیں آیا۔ ذرا دیر لگی۔ تو لومڑ نے اس سے پوچھا۔

''کیا بات ہے خرگوش بھیا، جو تم بار بار گھر جاتے ہو۔''

''کیا بتاؤں لومڑ جی! میرا چھوٹا بچہ بہت بیمار ہے، بیمار کیا ہے بلکہ مر رہا ہے۔ اسے دیکھنے چلا گیا تھا۔''

تھوڑی دیر کام کرنے کے بعد خرگوش کے کانوں میں پھر اپنے بچوں کے بلانے کی آواز آئی۔ اور وہ اسی طرح سب کام چھوڑ کے بھاگا۔ اب کے چشمے پر جا کے اس نے باقی کا سارا مکھن کھا لیا اور تھوڑا سا جھاڑی میں چھپا کر ڈبے کو اسی طرح چشمے میں دبا دیا۔

اب کے بھیڑیے نے پوچھا۔ ''تمہارا بچہ کیسا ہے، خرگوش بھیا!''

خرگوش نے آنکھوں میں آنسو لا کے کہا۔ ''کیا بتاؤں۔ میرے بھیا بھیڑیے میرا بچہ مر گیا۔''

جب جانوروں نے یہ سنا تو سب افسوس کرنے لگے۔ اب کھانے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ اور ہر شخص خرگوش کو اپنے کھانے میں سے حصہ

http://www.kitaabghar.com

نکال کے دینے لگا۔ ہمدردی کے خیال سے لومڑ نے بھی گیدڑ سے کہا۔ ''آج میں بھی خرگوش بھیا کو مکھن کھلاؤں گا۔ ذرا لپک کے تو جا گیدڑ۔ اور چشمے سے مکھن کا ڈبہ نکال کے لے آ۔

گیدڑ گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد الٹے قدم بھاگا بھاگا آیا اور بولا ''ڈبّہ تو خالی ہے۔ اس میں تو مکھن ذرا سا بھی نہیں ہے۔''

لومڑ نے گرج کے کہا۔ ''کیوں جھوٹ بولتے ہو۔''

''خود چل کے دیکھ لو۔''

چنانچہ سب جانور چشمے کے کنارے گئے۔ واقعی ڈبے میں مکھن نہ تھا۔ چشمے کے چاروں طرف پاؤں کے نشان تھے۔ خرگوش نے انھیں سونگھ کے بڑی ہوشیاری سے کہا۔ ''مکھن تو گیا اور مجھے معلوم ہے کس کے پیٹ میں ہے۔ مگر اس وقت یارو افسوس کرنے کا وقت نہیں ہے اطمینان سے کھانا کھا کے سو جاؤ۔ پھر اٹھتے ہی بتا دوں گا کہ یہ کام کس کا ہے؟''

سب لوگ کھانا کھا کے گھڑی دو گھڑی آرام کرنے کی غرض سے سو گئے مگر خرگوش نہیں سویا۔ وہ جاگتا رہا۔ اور جب اس نے دیکھا کہ گیدڑ خراٹے لے رہا ہے۔ وہ آہستہ سے اُٹھا۔ جھاڑی سے وہ مکھن نکال لایا اور اسے گیدڑ کے منہ پر چپڑ دیا۔

پھر اس نے لومڑ کو جگایا۔ اور اسے گیدڑ کا منہ دکھایا۔ لومڑ اپنے گھر کا مکھن سونگھتے ہی غصے میں دیوانہ ہو گیا۔ اس نے اسی وقت گیدڑ کو جگایا۔ اور اس پر چوری کا الزام لگایا۔ گیدڑ ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر اپنے بے گناہ ہونے کی قسم کھائی۔ اب یہ شور سن کر دوسرے جانور بھی جاگ اٹھے۔

لومڑ نے چلا کے کہا۔ ''ایک تو چوری کرتے ہو اوپر سے انکار کرتے ہو بتاؤ کون گیا تھا مکھن لانے؟ کس نے آ کے کہا تھا کہ مکھن ڈبے میں نہیں ہے اور اس وقت کس کا منہ میرے مکھن سے چپڑا ہوا ہے؟''

''بدمعاش چوری کر کے جھوٹ بولتا ہے۔'' لومڑ نے ایک زور کا گھونسہ گیدڑ کے منہ پر مارا۔

''نا نا ایسے مت مارو!'' خرگوش نے عاجزی سے صلاح دی۔

''ایسا کرو۔ اگر تم واقعی یہ جاننا چاہتے ہو کہ چور کون ہے اور تمہارا مکھن کس نے چرایا ہے تو بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے ان کو جلاؤ! جب آگ خوب بھڑک اُٹھے تو ہم سب جانور باری باری سے اس پر سے پھلانگنے کی کوشش کریں؟ جو جانور اس میں گر جائے گا وہی چور ہو گا۔''

بہت سے جانوروں نے سر ہل کے کہا ''ہاں یہ ٹھیک ہے۔''

آگ جلائی گئی۔ لکڑیاں بہت اونچی تھیں اور دور تک پھیلی ہوئی جب آگ اچھی طرح جلنے لگی تو سب سے پہلے خرگوش کی باری آئی۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔ ہنسا اور اچھل کر ایک پرندے کی طرح آگ کو پار کر گیا۔

اس کے بعد لومڑ کی باری آئی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا ہاتھوں میں اپنا تھوک ملا زور لگا کے اوپر اچھلا۔ اور آگ کے دوسرے کنارے پر جا گرا۔ پھر بھی ذرا سی دم اس کی جل ہی گئی۔

آخر میں ڈرپوک گیدڑ کی باری آئی۔ وہ دس قدم تک پیچھے چلا گیا۔ وہاں سے دوڑتا دوڑتا آگے آیا اور اچھل کر اوپر گیا۔ مگر آگ بڑی تیز تھی۔ وہ دھڑام سے بھڑکتی آگ کے بیچ میں جا گرا۔ بچاؤ بچاؤ کا شور مچانے لگا مگر آگ اتنی تیز اور اتنی بڑی اور پھیلی ہوئی تھی کہ اس میں سے اسے کوئی بچا نہ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر میں گیدڑ.... وہی گیدڑ جس نے دھوکا دے کر خود خرگوش کے بے گناہ بیوی بچوں کو کھا ڈالا تھا۔ خود اسی آگ میں جل کر خاموش ہو گیا۔ جو دوسروں کے ساتھ برا کرتا ہے۔ اس کا انجام بھی برا ہوتا ہے۔

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش

☆

گیدڑ کا صفایا ہو جانے کے بعد لومڑ اور بھی خرگوش کی طرف سے خبردار ہو گیا تھا۔ اور دن رات اسی کوشش میں رہنے لگا کہ کسی طریقے سے خرگوش کو ختم کر ڈالے۔ ورنہ خرگوش اپنی چالاکی سے کوئی نہ کوئی شرارت ایسی کرے گا جس سے لومڑ اور جنگل کے دوسرے بڑے بڑے جانوروں کو نقصان پہنچ جائے گا۔ اس بات کا اب لومڑ کو پورا پورا یقین ہو چلا تھا۔ اس لئے وہ بہت پریشان رہتا تھا کہ کسی طرح خرگوش کو پکڑ لے۔

یہی سوچتا ہوا ایک روز سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ اسے بھیڑیا مل گیا۔ پوچھنے لگا۔ ''بھیا لومڑ کیا ماجرا ہے؟ جو اس قدر غمگین دکھائی دیتے ہو۔''

''نہیں نہیں، کوئی بات نہیں'' لومڑ نے بڑی بے دلی سے جواب دیا۔

''بات تو کچھ ضرور ہے۔ اپنے دوست کو نہیں بتاؤ گے؟'' بھیڑیئے نے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''ممکن ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں؟''

تب لومڑ نے خرگوش کا قصہ سنایا۔

بھیڑیئے نے سب کچھ سن کے کہا۔ ''خرگوش ہے بہت چالاک لیکن ایک ترکیب مجھے بھی سوجھی ہے۔''

''کیا؟'' لومڑ نے پوچھا۔

''اگر کسی طرح سے خرگوش کو تمہارے ہاں آنے پر مجبور کر دیا جائے۔ تو؟''

لومڑ نے کہا۔ ''ایک دفعہ پہلے میں یہ کوشش کر کے ناکام ہو چکا ہوں؟''

بھیڑیئے نے کہا۔ ''ارے وہ سیدھے طریقے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لئے کچھ ہوشیاری سے کام لینا پڑے گا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم اپنے گھر جا کے چارپائی پڑ جاؤ۔ میں خرگوش کے پاس جا کے کہتا ہوں کہ لومڑ بے چارہ مر گیا ہے۔ جنگل کا رواج تو تم جانتے ہی ہو۔ جب کوئی جانور مر جاتا ہے جنگل کے سارے جانور باری باری آتے ہیں۔ اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں۔ بس جیسے ہی خرگوش آ کے تمہارے سینے پر ہاتھ رکھے۔ اسی وقت تم اسے پکڑ لینا۔''

لومڑ خوشی سے اچھل پڑا۔ ''ارے کیا ترکیب بتائی ہے تم نے واہ واہ جانے پہلے مجھے اس کا خیال کیوں نہیں آیا؟''

بھیڑیئے نے خوش ہو کے کہا۔ ''اسی لئے تو مجھے جنگل کا سب سے عقلمند جانور کہتے ہیں۔''

''اس میں آج کے بعد کوئی شبہ نہیں۔ واقعی بہت عقلمند ہو۔ لومڑ نے جواب دیا۔ ''اب تم جلدی سے جا کے خرگوش کو میری موت کی خبر دو! میں جا کے اپنی چارپائی پر مردے کی طرح لیٹ جاتا ہوں۔''

تھوڑی دیر کے بعد بھیڑیا خرگوش کے گھر پہنچا اور دروازہ جو اندر سے بند تھا۔ زور سے کھٹکھٹانے لگا۔

''کون ہے؟'' اندر سے خرگوش کی آواز آئی۔

''ایک دوست!''

''نام بتاؤ!''

''بھائی خرگوش! بہت بری خبر سنانے آیا ہوں!''

''آج صبح بے چارہ لومڑ مر گیا۔''

"تمہیں کیسے معلوم ہے۔"

"میں خود اس کی لاش کو اس کے گھر دیکھ کے آیا ہوں۔ سوچا سب سے پہلے تمہیں خبردار کر دوں؟ اب جا کے دوسرے جانوروں کو بتاتا ہوں۔ بے چارہ لومڑ بہت اچھا تھا۔" یہ کہہ کر بھیڑیا وہاں سے بھاگ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد خرگوش نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ باہر جھانکا۔ جب کسی کو نہ پایا تو اپنے آپ سے کہنے لگا۔ اب لومڑ کے گھر تو جانا ہی پڑے گا۔ جنگل کی رسم ہی ایسی ہے۔ مگر ذرا ہوشیاری سے جانا چاہئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے گھر سے نکلا اور جھاڑیوں سے ہوتا ہوا۔ لومڑ کے گھر کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں جا کے اس نے دیکھا کہ گھر کے اندر کوئی نہیں ہے۔ باہر بھی کوئی نہیں ہے۔ ایک کمرے میں ایک مسہری پر لومڑ مرا پڑا ہے۔ خرگوش چند منٹ تک اس کی طرف دیکھتا رہا۔ مگر لومڑ بالکل نہیں ہلا۔

خرگوش نے بلند آواز میں اپنے آپ سے کہا۔ "بیچ بیچارہ لومڑ مر گیا۔ مگر یقین نہیں آتا کہ مر گیا۔ دیکھو تو یہاں کوئی جانور بھی کفن وغیرہ کے انتظام کے لئے موجود نہیں ہے۔ جب کوئی جانور مرتا ہے تو بھیا گدھ تو فوراً پہنچ جاتے ہیں مگر آج تو بھیا گدھ بھی نہیں ہیں۔ جانے بھئی یہ کس کی موت ہے۔ اور پھر ہم نے تو اپنے بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ جب کوئی جانور کسی دوسرے کو دیکھنے آتا ہے تو جو اصل مردہ ہوتا ہے وہ اپنی پچھلی ٹانگ اُٹھا کے زور سے چیختا ہے اور کہتا ہے۔"

"قاہو!"

مگر خرگوش کی یہ باتیں سن کر بھی لومڑ بالکل نہیں بولا۔ اسی طرح چپ چاپ دم سادھے بستر پڑا رہا۔

خرگوش دو قدم آگے آیا۔ پھر اپنے آپ سے کہنے لگا۔ "عجیب بات ہے۔ بھیا لومڑ بالکل مردہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مردوں کا سا کام نہیں کرتے تو جب کوئی دیکھنے آتا ہے۔ ہمیشہ اپنی پچھلی ٹانگ اُٹھا کے زور سے چلاتے ہیں!!"

"قاہو!"

تب لومڑ نے اپنی پچھلی ٹانگ آہستہ سے اوپر اٹھائی اور چلا کے کہا۔

"قاہو!"

آواز سنتے ہی خرگوش نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی اور اپنے گھر بھاگ گیا۔ اور عقلمند بھیڑیئے کی یہ چال بھی بیکار گئی۔

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

☆

ایک دن صبح سویرے میاں خرگوش گھومنے چلے گئے موسم بہت عمدہ تھا۔ جھاڑیوں میں بڑے عمدہ لال لال میٹھے بیر لگے تھے۔ خرگوش نے بہت سے بیر کھائے۔ اتنے بیر کھائے کہ اس پیٹ میں درد شروع ہوگیا۔ درد کو دور کرنے کے لئے خرگوش نے تیز تیز چلنا اور گانا شروع کر دیا۔

؎ دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس وقت اپنے گانے میں وہ اتنا مگن تھا کہ اسے یہ خبر نہ تھی کہ کون اس کے سامنے سے گزرا۔ اور کدھر چلا گیا۔ تھوڑی دور تک اسی طرح گانے اور بھاگنے کے بعد اسے اپنا راستہ بھی یاد نہ رہا وہ سوچنے لگا کہ میں کدھر آیا تھا اور کہاں جا رہا تھا۔ اس وقت وہ ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں دو راستے جاتے تھے۔ ایک شمال کی طرف دوسرا مغرب کی طرف خرگوش نے سوچا کدھر جاؤں اس نے جیب سے ایک سکّہ نکال کے ہوا میں اچھالا۔ اسے ہتھیلی میں لے کر دیکھا اور پھر مغرب کے راستے پر جدھر ندی بہتی تھی چل دیا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنی صبح ندی پر کوئی نہ ہوگا۔ جلدی سے نہا دھو کر فارغ ہو جاؤں گا۔

چلتے چلتے یکا یک اس کے کانوں میں آواز آئی "ارے میں مرگیا۔ مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ۔ میرا دم نکلا جا رہا ہے۔"

خرگوش ٹھٹھکا۔ اس نے کان لگا کے سنا۔ چٹانوں کے نیچے سے جو راستہ جاتا تھا۔ وہیں سے یہ آواز آرہی تھی۔ خرگوش ان دنوں بہت زیادہ ہوشیار رہنے لگا تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے قتل کے واقعے کے بعد اب وہ ہر قدم پھونک پھونک کے رکھتا تھا۔ وہ آہستہ سے مڑا۔ اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر سب سے اونچی چٹان جو اسے نظر آئی وہ اس کے اوپر چڑھ گیا۔ اور وہاں سے اس نے نیچے کے راستہ پر نگاہ ڈالی۔

اس نے دیکھا کہ نیچے دو بڑی چٹانوں کے بیچ میں بھیڑیا پھنس گیا ہے۔ اور اوندھا پڑا ہے۔ اس کے جسم پر ایک بہت بڑی چٹان گری پڑی ہے۔ اور وہ اس کے بوجھ سے کچلا جا رہا ہے۔ اور درد سے چلّا کے کہہ رہا ہے۔"ارے مجھے بچاؤ۔ کوئی مجھے بچاؤ۔ میرا دم نکلا جا رہا ہے۔"

حالات نے خرگوش کو چالاک ضرور بنا دیا تھا۔ مگر طبیعت کا بہت نیک تھا۔ اس نے جو بھیڑیے کو اس حالات میں مرتے دیکھا۔ تو اس سے رہا نہیں گیا۔ وہیں سے اس نے چھلانگ لگائی اور نیچے بھیڑیے کے پاس پہنچ گیا۔

بھیڑیے نے خرگوش کو دیکھ کر بڑی منت سماجت کی۔ کہا "خرگوش بھائی صاحب، خدا آپ کا بھلا کرے گا۔ اس بڑے پتھر کو میرے اوپر سے ہٹا دیجئے۔ میں زندگی بھر آپ کا احسان نہیں بھولوں گا۔"

خرگوش نے ادھر ادھر دیکھ کر ایک بڑی سی لکڑی تلاش کی اور زور لگا کر چٹان کو بھیڑیے کے اوپر سے ہٹا دیا۔ بھیڑیا بڑی مشکل سے ان تنگ چٹانوں کے بیچ میں سے نکل سکا۔

چٹانوں کے بیچ میں سے نکل کر بھیڑیے نے اطمینان کا سانس لیا ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر شکریہ ادا کرنے اور ہاتھ ملانے کے لئے اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ خرگوش نے بھی جب اپنا ہاتھ بڑھایا تو بھیڑیے نے جھٹ سے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کی گردن دبوچ لی۔

"کیا کرتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟" خرگوش خوف سے چلّایا۔

بھیڑیا بڑے زور سے ہنسا۔ "آج تم میرے قابو میں آئے ہو۔ آج میں تمہیں کچا ہی کھاؤں گا۔"

"کیا میرے احسان کا یہی بدلہ ہے۔" خرگوش نے پوچھا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

بھیڑیے نے ہنس کر طنز سے کہا۔ ''پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔ پھر تمہیں کچا ہی کھاؤں گا۔''

خرگوش نے خفا ہو کے کہا۔''اگر تم ایسی باتیں کرو گے تو میں آئندہ کبھی تمہاری مدد نہیں کروں گا!''

بھیڑیے نے قہقہہ لگایا۔ بولا۔''آج کے بعد تم میری کیا کسی کی بھی مدد نہیں کر سکو گے۔''

خرگوش نے سوچ سوچ کے کہا۔ ''جنگل کا قانون ہے جو تمہاری جان بچائے تم اس کی جان نہیں لے سکتے۔''

بھیڑیے نے کہا۔''مجھے اس میں شبہ ہے کہ جنگل کا کوئی ایسا قانون بھی ہو سکتا ہے۔''

خرگوش بولا۔ ''یقین نہ آئے تو چل کے بھائی کچھوے سے پوچھ لو۔''

جنگل میں ہر مہینے ایک نیا جج مقرر کیا جاتا ہے اتفاق سے اس مہینے کا جج کچھوا تھا۔

بھیڑیے نے کہا''چلو، جج صاحب کے پاس چلو۔''

خرگوش اور بھیڑیا دونوں کچھوے کے پاس گئے۔ لیکنبھیڑیے نے خرگوش کی گردن کو نہ چھوڑا۔ کچھوے کے ہاں جاکے خرگوش نے اپنی کہانی سنائی، بھیڑیے نے اپنی۔ کچھوے نے دونوں کی باتیں سن کر اپنا چشمہ صاف کیا اور پھر بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔''میں اس طرح کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ مجھے وہ جگہ دیکھنی پڑے گی جہاں یہ واقعہ ہوا ہے۔ تم لوگ مجھے اٹھا کے موقع واردات پر لے چلو۔''

بھیڑیے نے کچھوے کو اپنی پیٹھ پر سوار کر لیا۔ لیکن خرگوش کو پھر بھی گردن سے پکڑے رکھا۔ چلتے چلتے وہ لوگ اسی جگہ پر پہنچ گئے۔

کچھوے نے چاروں طرف دیکھا۔ ناک پر عینک کو درست کیا اور بھیڑیے سے کہا۔ ''اب بیان کرو؟''

''بیان کیا کروں؟'' بھیڑیے نے بڑی بے تابی سے کہا۔ کیونکہ وہ خرگوش کو جلد سے جلد کھا جانا چاہتا تھا۔ میں یہاں لیٹا تھا۔ دو چٹانوں کے بیچ میں۔ ایک چٹان میرے اوپر گری تھی۔ خرگوش یہاں کھڑا تھا۔ اس نے لکڑی سے چٹان کو ہٹایا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور خرگوش کو پکڑ لیا۔ خرگوش میرا شکار ہے میں اسے کھاؤں گا۔ بھیڑیے نے یہ کہہ کر خرگوش کر گردن زور سے دبائی۔

''ٹھہرو، ٹھہرو۔ مجھے یاد کر لینے دو۔'' کچھوے نے آہستہ سے کہا۔

''تم یہاں کھڑے تھے۔ چٹان یہاں بیٹھی تھی۔''

''میں نہیں کھڑا تھا۔ میں لیٹا تھا۔ یہاں نیچے۔ چٹان۔ یہاں اوپر۔''

''اچھا، اچھا۔ سمجھا، تم اوپر، چٹان تمہارے نیچے۔ خرگوش تم دونوں کے بیچ میں آ گیا۔ پھر لکڑی کہاں تھی؟''

''اوہو!'' بھیڑیے نے پریشان ہو کر کہا۔ ''کیسے تمہیں سمجھاؤں جتنا آہستہ چلتے ہو۔ اتنا ہی آہستہ سمجھتے ہو۔ سنو!''

''میں اوپر نہیں تھا۔ چٹان میرے اوپر تھی۔ میں نیچے لیٹا تھا۔ اور دو چٹانوں میں پھنس گیا۔''

''اچھا اچھا، ٹھیک ہے۔ اب میں سمجھ گیا۔ تم یہاں لیٹے تھے۔ خرگوش یہاں کھڑا تھا۔ اور چٹان تم دونوں کے بیچ میں آ گئی تھی۔''

''چٹان نہیں پھنسی تھی میں پھنس گیا تھا۔'' بھیڑیے نے غصّے سے چلا کر کہا۔

کچھوے نے کہا۔ ''عدالت میں چلانا منع ہے۔ میں تم پر جرمانہ کروں گا۔ عدالت کو جب تک حالات ٹھیک طرح سے نہ معلوم ہوں گے۔ عدالت کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کبھی تم اوپر آتے ہو۔ کبھی چٹان نیچے جاتی ہے۔ کبھی خرگوش چٹان کو ہٹاتا ہے۔ کبھی لکڑی غائب ہو جاتی ہے۔''

بھیڑیے نے کچھوے سے کہا۔ ''دیکھئے میں آپ کو بتاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے خرگوش کو چھوڑ دیا۔ اور خود دو چٹانوں کے بیچ میں لیٹ گیا۔''دیکھئے میں یہاں پھنسا تھا۔ سمجھ میں آیا؟''

''ٹھیک ہے۔'' کچھوے نے سر ہلا کے کہا۔

"میرے اوپر چٹان تھی۔"

"کیسے؟" کچھوے نے پوچھا۔

خرگوش نے لکڑی اٹھائی اور چٹان کے پتھر کو پھر بھیڑیے کے سینے پر سرکا دیا۔ اور کہا۔ "ایسے۔"

بھیڑیے نے لیٹے لیٹے سر ہلا کے کہا۔ "ہاں ایسے! اب سمجھ میں آیا؟"

کچھوے نے بھی اپنا سر اس طرح ہلایا۔ جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو، وہ آہستہ آہستہ چٹان کے چاروں طرف گھوما۔ بھیڑیا اس کے نیچے دبا ہوا پڑا تھا۔

اس نے رک رک کے کہا۔ "جلدی کرو! میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

مگر کچھوے نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اس نے چٹان کے اوپر چڑھ کر اسے چاروں طرف سے دیکھا بھالا۔ پھر وہ الگ ایک کونے میں بیٹھ کے اپنی چھڑی سے ریت پر کچھ نشان بنانے لگا۔ اور انگلیوں پر کچھ گننے لگا۔ اور پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

بھیڑیے کا اب واقعی دم نکل رہا تھا۔ اس نے چلا کے کہا۔

"جلدی کرو، جلدی سے اپنا فیصلہ سناؤ۔ میں چٹان کے نیچے مرا جا رہا ہوں!!"

کچھوا آہستہ سے اٹھا۔ اس نے ناک پر اپنے چشمے کو ٹھیک کیا، غصّے سے خرگوش کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ "یہ سب تمہارا قصور ہے۔"

خرگوش کانپ گیا۔

کچھوے نے کہا۔ "جب تم صبح اس راستے سے گزرے تھے تو کس راستے کس کام کے لئے جا رہے تھے؟"

خرگوش نے کہا۔ "جی ندی میں نہانے جا رہا تھا۔"

کچھوے نے کہا۔ "تم اپنے کام سے جا رہے تھے۔ اور بھیڑیا یہاں اپنا کام کر رہا ہوگا۔ کسی جانور کو کسی دوسرے کے کام میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ میرا فیصلہ یہی ہے کہ تم اپنے جس کام سے جا رہے تھے وہیں چلے جاؤ۔ بھیڑیا جس کام سے اس چٹان کے نیچے پڑا تھا وہ وہیں رہے اور اپنا کام کرے۔ بس۔"

خرگوش مارے خوشی کے بھاگتا ہوا ندی کی طرف چل دیا۔ کچھوا بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

بھیڑیا زور سے چیخنے لگا۔ "ارے میں مرا۔ مجھے بچاؤ۔ اب میں کچھ نہ کہوں گا۔ کسی کو نہ ستاؤں گا۔ اب کی مجھے معاف کرو۔"

مگر دونوں دوست کچھ نہ بولے۔ چپ چاپ اپنے اپنے راستے پر چلتے رہے۔ بھیڑیا وہیں اسی طرح چیختا چلاتا رہا۔ شام کو لومڑ ریچھ اور چیتے نے اسے آ کے وہاں سے نکالا۔

☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش

☆

بے چارے خرگوش کے کچھ دن آرام سے گزرے۔ لیکن جن لوگوں کو خون کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ وہ غریب جانور کو کب آرام سے رہنے دیتے ہیں۔ چند دنوں کے بعد میاں ریچھ خرگوش کو کھا جانے کی سوچنے لگے۔ ریچھ کو کئی دن سے نہ کوئی شکار ملا تھا اور نہ کوئی کہیں شہد کا چھتا نظر آیا تھا۔ اس لئے وہ بہت بھوکا تھا۔ اور اکثر خرگوش کے گھر کے آس پاس منڈلایا کرتا تھا۔ تا کہ جب بھی موقع ملے وہ اسے کھا جائے۔

ایک روز خرگوش گھر سے صاف ستھرے کپڑے پہن کے کھتیا کولی اور اس کی لڑکیوں کے گھر جانے کے لئے نکلا۔ راستے میں اسے ریچھ مل گیا۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

''آداب عرض کرتا ہوں۔ ریچھ میاں!''

''آداب۔'' ریچھ خرگوش کی طرف دیکھ کے غرایا۔

اس کے غرانے سے پتہ چلتا تھا کہ اس کے ارادے اس وقت کچھ خطرناک ہیں۔ اس لئے خرگوش نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ ریچھ سے ذرا دور ہی دور رہے۔ چنانچہ وہ سڑک کے دوسری طرف چلتا رہا۔ تا کہ ضرورت پڑے تو بیچ میں بھاگنے کے لئے مناسب فاصلہ تو باقی رہ جائے۔

ریچھ بھی برابر برابر ساتھ چلتا رہا۔

کچھ دیر کے بعد خرگوش نے بڑے مسکین لہجے میں کہا۔

''میاں جی! آج میں نے شہد کا ایک بہت بڑا چھتا دیکھا ہے۔''

''کہاں؟ کہاں؟ برخوردار!'' میاں ریچھ نے فوراً اپنا لہجہ بدل لیا کیونکہ وہ بہت دن سے بھوکا تھا۔ اور شہد اسے بیحد پسند تھا۔

خرگوش نے کہا۔ ''میاں جی میرے خیال میں شہد کو وہ چھتا اتنا بڑا ہے کہ اگر آپ اسے حاصل کر لیں تو آپ اور آپ کا سارا کنبہ ایک مہینے تک بڑے آرام سے گزر کر سکتا ہے۔''

ریچھ بولا۔ ''میرے پیارے دوست! جلد بتاؤ۔ وہ شہد کا چھتا کہاں ہے؟ میں اس میں سے آدھا شہد تم کو دے دوں گا۔ آخر تمہارے بھی تو بیوی بچے ہیں۔ اور میں، خدا شاہد ہے کبھی کسی جانور کا حق نہیں مارتا.....!!''

اس میں کیا شبہ ہے۔ میاں جی! تبھی تو خدا نے آپ کو یہ درجہ دیا ہے۔ چلئے میں آپ کو وہاں لئے چلتا ہوں۔ مگر پہلے شیر کے سامنے چل کر یہ وعدہ کیجئے کہ اس چھتے میں سے آپ مجھے آدھا شہد ضرور دیں گے۔''

''ان سب باتوں کی کیا ضرورت ہے برخوردار۔''

میاں ریچھ نے شہد کی طرح میٹھے لہجہ میں کہا۔ ''تم تو میرے اپنے جنگل کے بھائی ہو۔ خدا شاہد ہے مجھے شروع ہی سے خرگوشوں ہی سے بڑی محبت ہے۔ میری ساری زندگی خرگوشوں کی محبت میں گزری ہے۔ ایک طرح سے دیکھو تو میں بھی خرگوش ہوں۔ دیکھو مجھے گوشت بالکل پسند نہیں ہے۔ میں شہد کھاتا ہوں۔ پھل کھاتا ہوں۔ سبزی اور ترکاری بہت خوش ہو کے کھاتا ہوں۔ خدا بخشے تمہارے دادا جان سے میرے دادا جان کی بڑی دوستی تھی۔ چوبیس گھنٹے وہ ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کھاتے پیتے تھے۔ برخودار! یہ تو زمانے کی ہوا ہے کہ ریچھوں سے خرگوش الگ ہو گئے ہیں۔ تم اگر کسی دن میرے گھر آ جاؤ تو میں دکھاؤں۔ میں نے اب بھی دیوار پر تمہارے دادا جان کی تصویر لگا رکھی ہے۔ اور ہر روز صبح اُٹھ کر ان کی پوجا کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر میاں ریچھ آنکھوں میں آنسو لے آئے۔ اور بڑی محبت سے خرگوش سے بغل گیر ہوئے۔ اس وقت ایسا لگتا تھا جیسے ان کا ارادہ

واقعی بدل گیا ہو، وہ چاہتے تھے کہ پہلے کسی طرح شہد کا چھتا حاصل کر لیں۔ بعد میں خرگوش کو کھا جائیں وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے۔

خرگوش نے کہا۔"اچھا میاں جی! مجھے آپ کی زبان پر اعتبار ہے۔ چلیئے میں آپ کو شہد کا چھتا دکھاتا ہوں۔"

خرگوش ان کو ندی کے پار ایک سوکھے تنے کے پاس لے گیا۔ اور کہا۔"دیکھئے وہ رہا شہد کا چھتا۔ اوپر، وہ اوپر جہاں سوراخ ہے اور جہاں سے اب بھی تھوڑا شہد رس رس کر نیچے گر رہا تھا۔"

میاں ریچھ شہد سونگھ کر بولے۔"اول درجے کا شہد ہے واہ! واہ! بھیا خرگوش اب تم جاؤ! اپنے بیوی بچوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں۔ میں خود یہ شہد کا چھتا اتار کے آدھا شہد تمہارے گھر لے کے آتا ہوں۔تم ہمارا انتظار کرنا مجھے ذرا دیر لگ جائے گی۔ میں خود بھابی کے پاس یہ شہد لے کے آؤں گا۔ آخر ہمارے اور تمہارے بزرگوں کے پرانے تعلقات ہیں......برخوردار! تم تو مجھے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہو!"

یہ کہہ کر میاں ریچھ نے خرگوش کے ماتھے کو بڑی شفقت سے چوم لیا۔میاں ریچھ کی بے ایمانی کو خرگوش پہلے ہی تاڑ چکا تھا۔ اس لئے وہ اور بھی مسکین لہجے میں بولا۔ "میاں جی! آپ کہتے ہیں۔ تو میں ابھی گھر چلا جاتا ہوں۔ مگر یہ دیکھئے یہ چھتا اوپر سے نیچے تک درخت کے تنے کے نیچے تک پھیلا ہوا ہے۔ اوپر کا سوراخ پھر بھی بڑا ہے۔ مگر یہ جڑ کے پاس کا سوراخ اتنا بڑا نہیں ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ میاں جی! کہ میں تنے کے نیچے کے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر شہد کے چھتے کو آگے کی طرف ڈھکیلوں۔ اور اوپر سے آپ اس کو دبوچ لیں۔

"کیا بات کہی ہے۔ برخودار! میاں ریچھ بیحد خوش ہو کے بولے۔ "اس وقت تم نے عقلمند بزرگوں کی لاج رکھ لی ہے۔ میں بلا وجہ ان کی پوجا نہیں کرتا ہوں۔ لو اب تنے کے سوراخ سے چھتا اوپر ڈھکیلوں۔ میں تنے کے اوپر چڑھ کر بڑے سوراخ میں منہ ڈال کے چھتا کھینچتا ہوں۔"

جب میاں ریچھ تنے کے اوپر چڑھ گئے اور شہد کو چکھا تو بے حد خوش ہوئے اور کوشش کر کے انھوں نے اپنا سر سوراخ میں ڈال دیا۔ اور شہد کے چھتے کو گھسیٹنے لگے۔

عین اسی وقت خرگوش نے نیچے سے شہد کی مکھیوں کو چھیڑ دیا وہ گھبرا کر اوپر اڑیں۔ اور ریچھ کے منہ میں کاٹنے لگیں۔ سینکڑوں ہزاروں شہد کی مکھیاں اسے کاٹ رہی تھیں۔ ریچھ چلانے لگا۔

"مجھے بچاؤ۔ خرگوش بھیا! مجھے بچاؤ"

خرگوش اس کی حالت دیکھ کر ہنسنے لگا۔

ریچھ نے بہت ہاتھ پیر مارے۔ اس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس کا منہ سوراخ سے باہر نکل آئے۔ مگر شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے اس کا سر اور منہ سوج کر پہلے سے چوگنا ہو گیا تھا۔ وہ ہر جتن کرنے پر بھی اپنے سر کو تنے کے سوراخ سے باہر نہ نکال سکا۔

دوسرے دن جب جنگل کے جانور ندی پر پانی پینے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک سوکھے ہوئے درخت کے تنے سے ایک ریچھ لپٹا ہوا پڑا ہے....اور اس کا سر تنے کے اندر ہے۔ آج بھی مدّتیں گزر جانے کے بعد ندی کے کنارے آپ اس درخت کو دیکھ سکتے ہیں۔ جس کے اندر ایک ریچھ کا سر ہے اور یہ سر ان دھوکے بازوں کے انجام کی یاد دلاتا ہے جو غریب اور معصوم جانوروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

☆☆☆

http://www.kitaabghar.com
کتاب گھر کی پیشکش

کتاب گھر کی پیشکش

☆

میاں ریچھ خرگوش کو کھا جانے کی حسرت دل میں لئے مر گئے لیکن جنگل کے بھیڑیئے نے آس نہیں چھوڑی وہ اور لومڑ برابر اسی گھات میں رہے کہ کب خرگوش ان کے ہتھے چڑھے اور کب وہ اس کا صفایا کر ڈالیں۔ خرگوش کو بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ریچھ کے مرنے کے بعد جنگل کے تمام خونخوار جانوروں نے اس کی جان لینے کی ٹھان لی ہے۔ یہ سوچ کر خرگوش نے پہلے سے بھی زیادہ احتیاط شروع کر دی۔

اب تک وہ ایک معمولی سے مکان میں رہتا تھا۔ لیکن جب بھیڑیا اس کی غیر حاضری میں ایک ایک کر کے اس کے تین خوبصورت بچوں کو اُٹھا کر لے گیا تو خرگوش کو ہوش آیا۔ دس پیارے پیارے بچوں میں سے اب اس کے صرف پانچ بچے رہ گئے تھے۔ خرگوش نے بہت سوچ بچار کر کے اپنے رہنے کے لئے لکڑی کا ایک مکان بنوایا۔ جنگل میں اڑنے والے کھٹ بڑھئی (ایک پرندہ) کو ٹھیکہ دے کر اس نے خاص طور پر اپنے اور بچوں کے لئے بہت عمدہ اور مضبوط لکڑی کی ایک اونچی دیوار کھڑی کرائی۔ جب وہ جنگلی جانوروں کا شور سنتا۔ جھٹ اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر لیتا۔ اور بچوں کو تہہ خانے میں پہنچا کر چپ چاپ بیٹھ جاتا۔ اس طرح دو تین بار جنگل کے جانوروں کے حملہ کرنے پر بھی وہ خود بچارہا اور اپنے بچوں کو بچانے میں کامیاب ہوا۔

http://www.kitaabghar.com

دوسری طرف بھیڑیئے میں بھی کچھ کم چالاکی نہیں تھی۔ خود خرگوش کے تین بچے کھا کر اس کی بھوک اور تیز ہو گئی تھی۔ اور اب وہ خرگوش اور باقی بچوں کو بھی کھانے کی فکر میں تھا۔ ایک روز جنگل میں یہی سوچتا ہوا اِدھر اُدھر پھر رہا تھا۔ کہ وہاں دو شکاری آن پہنچے۔ ان کے ساتھ شکاری کتوں کا ایک غول تھا۔

شکاری کتوں کے غول نے جلد ہی سونگھ لیا کہ بھیڑیا کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ اور وہ بھونکتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگے۔ بھیڑیا بھی دم دبا کر اپنی جان بچانے کے لئے سرپٹ بھاگا۔ بھاگتے بھاگتے اس نے شکاری کتوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ اور خرگوش کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور کہنے لگا۔

"بھائی خرگوش! بھائی خرگوش! مجھے بچاؤ شکاری کتے میرے پیچھے آ رہے ہیں۔"

خرگوش نے دروازہ کھول کر بھیڑیئے کو اندر بلا لیا اور دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد گھر کے باہر شکاری کتوں کا غول اور زور زور سے بھونکنے لگا۔ بھیڑیئے نے چلا کر کہا۔ "خرگوش بھائی، مجھے کہیں چھپا لو نہیں تو مارا جاؤں گا۔"

خرگوش نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ آخر اسے کونے میں لکڑی کا ایک بڑا سا بکس نظر آیا۔ اس نے بھیڑیئے کو اسی بکس میں بند کر دیا۔ اوپر سے تالا لگا دیا۔ اور خود اسکے اوپر بیٹھ گیا۔

جب شکاری کتوں کا شور کم ہوا اور ان کی آوازیں دُور جنگل کے کنارے سے آنے لگیں تو بھیڑیئے کی جان میں جان آئی۔ اس لیے وہیں بکس کے اندر سے بڑی مسکین آواز میں کہا۔

"خرگوش! مجھے اس بکس کے اندر بڑی سردی لگ رہی ہے۔ تم یا تو خود اندر آ جاؤ یا اپنے کسی بچے کو بھیج دو۔ میں اسے اپنی گود میں لے کر سو جاؤں گا۔ مجھے بڑی نیند آ رہی ہے۔ شکاری کتوں سے بھاگتے بھاگتے تھک گیا ہوں۔

خرگوش کو معلوم تھا کہ بھیڑیئے کے ساتھ بچے کو بند کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اسے غصہ اس بات پر آیا کہ ایک تو ایسے آڑے وقت میں اس کم بخت کو میں نے اپنے گھر میں پناہ دی۔ پھر شکاری کتوں کو دھوکا دیکر اس ظالم کی جان بچائی۔ ان احسانوں کے باوجود یہ اپنی خصلت سے باز نہیں آتا۔ اور اب بھی مجھے اور میرے بچوں کو کھانے جانے کی فکر میں ہے۔

یہ سوچ کر خرگوش نے سوراخ کرنے والا لوہے کا ایک اسکرو لیا۔ اور جس بکس میں بند تھا۔ اس میں سوراخ کرنے لگا۔

"کیا کرتے ہو خرگوش بھائی!" بھیڑیا بکس سے چلآیا۔

"بکس میں سوراخ کر رہا ہوں تا کہ تمہیں اوراچھی طرح سے ہوا پہنچ سکے۔"

"تمہارے بڑی مہربانی ہے۔ لیکن وہ تمہارا بچہ؟"

"بچے باہر میدان میں کھیل رہے ہیں۔ میں نے انکو بلوایا ہے۔ میں سب بچوں کو تمہارے ساتھ بکس میں سلائے دیتا ہوں۔ تا کہ تمہیں بالکل ہی ٹھنڈ نہ لگے۔ اور تم آرام سے سو جاؤ۔"

پانچوں بچوں کو کھا جانے کے خیال سے بھیڑیا خوش ہوا اور وہ دل ہی دل میں خرگوش کی بیوقوفی پر بہت ہنسا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھیڑیے نے ایسی آواز سُنی، جیسے کیتلی میں پانی اُبل رہا ہو۔ اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"خرگوش بھائی! یہ آواز کیسی آ رہی ہے؟"

خرگوش نے کہا۔ "تمہارے لیے چائے بنا رہا ہوں۔"

بھیڑیے نے کہا۔ "سچ مچ تم بڑے اچھے ہو۔"

جب پانی خوب کھولنے لگا۔ تو خرگوش نے بچّوں کو بلایا۔ اور اُن سب سے کہا۔ کہ وہ بکس کے سوراخوں میں سے کھولتا ہوا پانی اندر ڈالیں۔

جب کھولتا ہوا پانی بھیڑیے کی کھال پر پڑا تو اس نے چلا کر کہا۔ "خرگوش بھائی! مجھے کوئی چیز کاٹ رہی ہے۔"

خرگوش نے کہا۔ "تمہاری کھال میں جوئیں بہت ہیں۔ وہ تمہیں کاٹ رہی ہوں گی۔"

"مگر بہت زور سے کاٹ رہی ہیں۔"

"تو کروٹ بدل لو۔ شاید اس وقت نہ کاٹیں۔"

بھیڑیے نے جلدی سے کروٹ بدلی۔ اور اب کے بچوں نے پہلے سے بھی زیادہ گرم اور اُبلتا ہوا پانی سوراخوں سے اندر ڈال دیا۔

بھیڑیا زور زور سے چلّانے لگا۔ "ہائے میں مر گیا۔ مجھے بچاؤ۔"

مگر اسے بچانے والا کون تھا۔ ظالم بہت دن تک ظلم کرتا رہتا ہے لیکن ایک دن خود اسے اپنے ظلم کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ یہی حال ظالم بھیڑیے کا بھی ہوا۔ وہ چلاتے چلاتے اسی بکس کے اندر مر گیا۔ خرگوش کے گھر میں آج تک اس بھیڑیے کی کھال پڑی ہے۔ اور خرگوش کے بچے اس پر اکثر کھیلا کرتے ہیں۔

☆☆☆

☆

اس واقعے کے کچھ عرصہ کے بعد جنگل میں بہت بڑا اکال پڑا۔ ہوا یہ کہ دو سال تک بارش نہیں ہوئی اور جب دو سال تک بارش نہ ہو تو کھیتیاں تو کھیتیاں جنگل بھی سوکھ جاتے ہیں۔ جنگل کی ندی بھی سُوکھ گئی۔ درختوں پر ایک پتا تک نظر نہ آتا تھا۔ گاؤں میں کسان۔ درختوں پر پرند اور جنگل کے سارے جانور بھوک مرنے لگے۔

خرگوش بڑا ہوشیار تھا۔ ایسے موقعوں کیلئے چیونٹیوں کی طرح وہ ہمیشہ اپنے گودام میں اناج چھپا کے رکھتا تھا۔ وہ ہر روز تھوڑا تھوڑا اناج نکال کے اپنے بچوں کو کھلاتا اور خود بھی کھاتا۔

لیکن لومڑ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا کیونکہ اس کو تو خالی گوشت کھانے کا شوق تھا۔ اور گوشت ایسی چیز نہیں ہے جو کسی گودام میں اناج کی طرح بھری جا سکے۔ اس لیے جنگل کے جتنے خونخوار جانور تھے۔ وہ سب کے سب بھوُکے مر رہے تھے۔

بھوک کے مارے لومڑ کو بار بار خرگوش اور اسے کے موٹے تازے بچوں کا خیال آتا رہتا اور وہ سوچتا کہ اگر یہ ہوشیار جانور اپنے خاندان سمیت کسی طرح اس کے ہاتھ آجائے تو یہ بھُک مری کے دن بڑی آرام سے نکل جائیں گے۔

آخر سوچتے سوچتے ایک دن لومڑ خرگوش کے پاس پہنچا۔ اور اس سے کہنے لگا۔

”کال پڑا ہے۔ اب ہم لوگ کہاں سے کھائیں گے؟“

”جہنم سے!“ خرگوش نے جواب دیا۔

”تم تو مذاق کرتے ہو۔“ لومڑ غصّے میں غرّایا۔

جب خرگوش نے دیکھا کہ لومڑ ان دنوں بڑا خطرناک ہو رہا ہے۔ اور اس حالت میں وہ اسے اور اس کے بچّوں کے بارے میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہا ہے۔ تو خرگوش نے بھی ایک چال چلی اور بولا۔

”لومڑ بھائی اب تو زندہ رہنے کی ایک ہی صورت رہ گئی ہے۔“

”وہ کیا؟“

”ہم لوگ اپنی بیوی بچوں کو شہر لے چلیں اور انکو بیچ آئیں۔ انکے بیچنے سے جو رقم ملے اس کا اناج خرید کر خود کھائیں۔“

لومڑ اس قدر خود غرض تھا کہ اسے اپنی جان اپنے بچوں اور بیوی سے بھی پیاری تھی۔ وہ فوراً راضی ہو گیا۔ ”ٹھیک ہے۔ تم بھی اپنے بال بچے لے چلو۔ میں بھی لے چلتا ہوں۔ پھر شہر چل کر سب کو بیچ دیں۔“

”مگر لومڑ بھیا!“ خرگوش نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم لوگ شہر کیسے جائینگے۔ میرے پاس تو بیل گاڑی بھی نہیں ہے۔“

”میرے پاس جو ہے۔ میں کل سویرے ہی اپنے بیوی بچوں کو رسّے سے باندھ کر چھکڑے میں ڈال دوں گا۔ پھر بیلوں کو گاڑی میں جوت کر، بغیر کسی سے کچھ کہے سُنے گھر سے نکل پڑوں گا۔ اور جنگل کے باہر پلیا پر تمہارا انتظار کروں گا۔“

بس ٹھیک ہے یہ کہہ کر خرگوش لومڑ سے رخصت ہوا۔ اور رات بھر سوچتا رہا کہ صبح اسے کیا کرنا چاہیئے۔

جب صبح ہوئی تو خرگوش بھی اپنے بچوں کو ایک بڑے رسّے سے باندھ کر پلیا پر چلا دیا۔ وہاں لومڑ پہلے سے اپنی بیل گاڑی کھڑی کیے انتظار کر رہا تھا۔ لومڑ کے بیوی بچے رسّے سے بندھے ہوئے پیچھے گاڑی میں پڑے تھے۔ اور لومڑ ہاتھ میں چابک لیے گاڑی پر بیٹھا تھا۔

خرگوش نے بھی اپنے پانچوں بچوں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیا۔ اور پھر بولا۔ ” لومڑ بھیا! جہاں تم بیٹھے ہو، وہاں دھوپ بہت تیز

ہے۔ میں تھوڑی دیر گاڑی کے اندر بیٹھا ہوں۔ پسینہ سوکھتے ہی باہر آجاؤں گا۔"

"بہت اچھا" لومڑ نے کہا۔" اور سوٹا مار کر اس نے بیل گاڑی کا رُخ شہر کی طرف کر دیا۔

اندر بیٹھ کر خرگوش نے آہستہ سے اپنے بندھے ہوئے بچوں کو رسی سے کھولنا شروع کر دیا۔ رسی کھول کر وہ چپکے سے باہر لومڑ کے قریب آبیٹھا۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

تھوڑی دیر کے بعد خرگوش کے ایک بچے نے اُچک کر گاڑی کے پیچھے سے سر نکالا اور باہر کود گیا۔

لومڑی کی بیوی جو اپنے بچوں سمیت بندھی بندھائی گاڑی کے اندر سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ لومڑ کو خبردار کرنے کی نیت سے بولی۔

پانچ میں سے گیا ایک

اب کیسے بھرے گا پیٹ

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

"ہُو ، ہُو۔" خرگوش قہقہہ لگا کر بولا۔ "وہ گلہری دیکھتے ہو لومڑ بھیا! مارے بھوک کے مٹی کھا رہی ہے۔"

خرگوش اس لیے زور زور سے ہنس رہا تھا۔ تا کہ لومڑی کی آواز لومڑ کے کان میں نہ پڑے۔ چنانچہ وہ اس میں کامیاب ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد خرگوش کے دوسرے بچے نے سر باہر نکالا اور گاڑی سے کود گیا۔ لومڑی نے کہا۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

اب چار سے رہ گئے تین

کرلو میری بات کا یقین

مگر اب بھی لومڑ نے اس کی آواز نہ سُنی۔ کیونکہ خرگوش نے لومڑ کی توجہ ہٹانے کے لیے ایک بہت ہی دلچسپ قصہ شروع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر میں خرگوش کے تیسرے بیٹے نے اپنے لمبے لمبے کان کھڑے کیے۔ گاڑی سے باہر جھانکا اور کھٹ سے کود گیا۔ لومڑی غرّائی۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

اب تین سے رہ گئے دو

تم ان کو بھی دو گے کھو

مگر لومڑ خرگوش کا قصہ سُننے میں محو تھا۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ اتنے میں ایک خرگوش کود گیا۔ لومڑی نے چلّا کر کہا۔

http://www.kitaabghar.com http://www.kitaabghar.com

دو سے اب رہ گیا ایک

اب وہ بھی گیا لو دیکھ

آخری بار لومڑی اس قدر زور سے چلائی کہ لومڑ نے اس کی آواز سُن لی۔ اور پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے تو خرگوش کے بچے غائب۔ لومڑ تو ان کو چٹ کر جانے کا پروگرام بنا رکھا تھا اسلیئے وہ بہت گھبرایا۔ خرگوش کی طرف مُڑ کر پوچھنے لگا۔ "کیوں جی! تمہارے بچے کیا ہوئے؟"

خرگوش زور زور سے رونے لگا۔ اور کہنے لگا۔ "اسی لیے میں تمہارے ساتھ شہر جانے کو تیار نہ ہوتا تھا بھائی لومڑ! تمہاری بیوی بچوں نے میرے بچوں کو ہڑپ کر لیا۔ ہائے ہائے۔"

لومڑ کو اپنی بیوی پر بڑا غصہ آیا۔ اس کی بیوی نے اس سے بات کرنا چاہی۔ مگر لومڑ نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ شہر چل کے میں تم سے سمجھ لوں گا۔ اب اسوقت بکواس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

لومڑی کچھ سمجھ کے چپ ہو گئی۔ اور لومڑ نے غصّے میں بیلوں کو سوٹا مار مار کر شہر کی طرف دوڑانا شروع کر دیا۔

شہر پہنچ کر لومڑ نے اپنی بیوی بچے بیچ دیئے اور ان کے عوض اناج کی دو بوریاں اٹھوا کر اپنی بیل گاڑی میں لدوالیں۔ اور واپسی کی ٹھانی۔

واپسی پر اس کا ارادہ تھا کہ راستے میں خرگوش کو چٹ کر جائے۔ مگر اسی وقت اسے یاد آیا کہ اس کے گھر میں تمبا کو ختم ہو چکی ہے۔ اور لومڑ کو حقہ پینے کا شوق تھا اسلیئے اس نے خرگوش سے کہا۔

''بھائی خرگوش! تم ذرا میرے اناج کا خیال رکھو۔ میں بازار سے تمبا کو لے کے آتا ہوں۔''

''بہت اچھا بھائی لومڑ!''

جب لومڑ بازار چلا گیا۔ تو خرگوش نے بیلوں کو سونٹا مار مار کر جنگل کی طرف بھگانا شروع کر دیا۔ اور ایسا تیز بھگایا کہ وہ زندگی میں کبھی اتنا تیز نہ بھاگے ہوں گے۔

بیل گاڑی کو بھگاتے ہوئے خرگوش سیدھا اپنے گھر واپس آیا۔ اس کے بچے پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ ان کی مدد سے اناج کی دونوں بوریاں اس نے گودام میں رکھوائیں۔ اور گھر کو باہر سے تالا لگا کے بیل گاڑی کو قریب کی ایک گندی دلدل میں دھکیل دیا۔ بیلوں کی تھوڑی تھوڑی سی دُم کاٹ کر ان کو بھی آزاد کر کے کسی طرف بھگا دیا۔ اناج کے کچھ دانے ادھر ادھر بکھیر دیئے بیلوں کی دموں کو دلدل میں اس طرح پھینک دیا کہ ان کا ایک سرا باہر سے دکھائی دے اور پھر خاموشی سے لومڑ کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر لومڑ جب شہر سے تمبا کو خرید کے لوٹا تو اس نے خرگوش اور اپنی بیل گاڑی کو وہاں نہ پایا۔ اسے خرگوش کی چالاکی پر بہت غصہ آیا۔ وہ بیل گاڑی کے پہیوں کے نشان دیکھتا دیکھتا وہیں پہنچ گیا۔ جہاں دلدل کے کنارے خرگوش منہ لٹکائے بڑا اداس بیٹھا تھا۔

لومڑ نے خرگوش سے پوچھا۔ ''تم مجھے وہاں چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟''

خرگوش نے کہا۔ ''کیا کرتا؟ تمہارے جانے کے بعد دو چنگی والے آ گئے۔ وہ اناج کی بوریوں پر محصول مانگتے تھے۔ میں کہاں سے دیتا؟''

''تو تھوڑا سا اناج دے دیا ہوتا۔''

''تھوڑا سا اناج وہ کہاں لیتے تھے۔ وہ تو دو بوری اناج پر ایک بوری اناج چنگی کے مانگتے تھے۔ کہتے تھے سرکار نے ٹیکس بڑھا دیا ہے۔''

لومڑ نے غرّا کر کہا۔ ''ادھر کم بخت قحط سالی بڑھتی جا رہی ہے ادھر ٹیکس بڑھتا جاتا ہے۔ پھر تم نے کیا کہا؟''

''میں کیا کرتا۔ میں نے ان سے نظر بچا کے جو بیل گاڑی چلائی تو سیدھا جنگل کا رُخ کیا۔ وہ بہت دور تک میرے پیچھے پیچھے دوڑے مگر میں ان کے ہاتھ کب آتا تھا؟''

''شاباش!'' لومڑ نے خوش ہو کے کہا۔

''کہاں شاباشی دینے کا مقام ہے لومڑ بھائی! اپنی تو قسمت ہی بری ہے۔ اب آگے سُنو! جیسے ہی میں دلدل کے کنارے پہنچا بیل جو اس دوڑ بھاگ کی وجہ سے بے حد پیاسے ہو رہے تھے اس دلدل کو دیکھ کر سیدھے اس کے اندر اُتر گئے۔ میں نے بڑی مشکل سے چھلانگ مار کے اپنی جان بچائی۔ یہ تھوڑا سا اناج بھی دلدل کے کنارے بکھر گیا۔ اب یہ دونوں بیل تمہاری بیل گاڑی سمیت اس دلدل کے اندر ہیں۔ وہ دیکھو ان کی دُمیں دلدل میں سے اب تک دکھائی دے رہی ہیں۔

لومڑ نے دیکھا تو واقعی دو دُمیں دلدل میں سے اب تک نظر آ رہی تھیں۔

لومڑ نے پریشان ہو کے کہا۔ ''اب کیا کیا جائے؟''

خرگوش نے کہا۔ ''بیل تمہاری آواز تو پہچانتے ہی ہیں۔ وہ مالک کی آواز سنتے ہی بیل گاڑی سمیت باہر نکل آئیں گے۔''

لومڑ خرگوش کی اس تجویز کو سُن کر پھڑک اُٹھا۔ ایک ہی چھلانگ میں دلدل کے اندر جا پہنچا۔ اور دُموں کو پکڑ کر آواز دینے لگا۔ مگر ہر

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com

آواز کے ساتھ وہ خود بھی دلدل میں گھستا جاتا تھا۔

"خرگوش بھیا!" لومڑ چلایا۔ "یہ بیل تو باہر نہیں نکلتے۔ مجھے بھی اپنے ساتھ نیچے گھسیٹ رہے ہیں۔"

"زور لگاؤ۔ لومڑ بھیا! اور زور لگاؤ۔"

مگر لومڑ جتنا زور لگاتا۔ اتنا ہی دلدل کے اندر دھنستا جاتا۔ تھوڑی دیر میں دلدل نے اسے اپنے اندر بالکل ہی غرق کر دیا۔ پانی کے چند بلبلے اُٹھے۔ اور لومڑ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

لومڑ کے ختم ہوتے ہی خرگوش کی ساری مصیبتیں دور ہو گئیں۔ جنگل کے خونخوار جانوروں نے خرگوش کی عقلمندی دیکھ کر اس سے صلح کر لی۔ اور سب جانور جنگل میں بھائی چارے کے اصولوں کو مان کر امن و امان اور چین سے رہنے لگے۔

☆☆☆☆☆

ختم شد

☆☆☆☆☆

کتاب گھر کی پیشکش
http://www.kitaabghar.com